# المنار جرمنی

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

## ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

**T. I. COLLEGE OLD STUDENTS' ASSOCIATION GERMANY**

اپریل۔مئی۔جون۔2021

# المنار جرمنی

اپریل۔مئی۔جون 2021
بمطابق: شہادت۔ہجرت۔احسان۔1400 ھجری شمسی ہجری شمسی

## زیرِ نگرانی

پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب
سرپرست تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن
جرمنی

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن
جرمنی

چوہدری عبد الغفور ڈوگر

مدیر اعلیٰ المنار

چوہدری محمد کولمبس خاں

پتہ
Bait us Sabooh
Genferstrasse 11
60437 Frankfurt / M
E-Mail:
columbuskhan@gmail.com

اس رسالہ کی پروف ریڈنگ میں مکرم نوید حمید صاحب از فرینکفرٹ نے تعاون فرمایا۔ گرائمر اور املاء کی درستی بھی کی۔
فجزاہ اللہ احسن الجزاء

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز
کی منظوری سے

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کو گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان میں مستحق طالب علموں کی مالی اعانت کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ کہ اس مد میں قربانی کرنے والے بھائیوں کی تعداد اور رقم کی ادائیگی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو قبول فرماتے ہوئے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔
یہ رقم اب جرمنی میں ٹکوساسکالرشپ فنڈ کے نام پر اور اسی طرح ممبر شپ فنڈ صرف جماعتی رسید بکس پر ادا کی جاسکتی ہے۔
جو دوست آن لائین بھجوانا چاہیں ان کی سہولت کے لئے اکاؤنٹ ذیل میں درج ہے۔

AHMADIYYA MUSLIM JAMAAT-BRD
DE 41 5001 0060 0244 0236 04
BIC: PBNKDEFFXXX

ممبر شپ کے لئے TMF
وظیفہ کے لئے TSF
کی مد میں رقم جماعتی رسید بک پر جمع کروائی جائے

حمید احمد چوہدری
سرپرست
ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

# ارشادِ باری تعالیٰ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿1﴾

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۪ۙ﴿2﴾ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۪ۙ﴿3﴾ اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ وَ اِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ ۪ۙ﴿4﴾ اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔ وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۪ۙ﴿5﴾ اور جب دس ماہ کی گابھن اُونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۪ۙ﴿6﴾ اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔ وَ اِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۪ۙ﴿7﴾ اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔ وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۪ۙ﴿8﴾ اور جب نُفوس ملا دیئے جائیں گے۔ وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ۪ۙ﴿9﴾ اور جب زندہ در گور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔ بِاَیِّ ذَنۡۢبٍ قُتِلَتۡ ۚ﴿10﴾ (کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟۔ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ ﴿11﴾ اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔ وَ اِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتۡ ﴿12﴾ اور جب آسمان کی کھال اُدھیڑ دی جائے گی۔

## حدیث نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ.[وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ] قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلاَثًا، وَفِيْنَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ، وَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ" لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ - أَوْ رَجُلٌ - مِنْ هَؤُلاَءِ".

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپؐ پر سورت جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپؐ نے اس کی آیت: وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ پڑھی جس کے معنے یہ ہیں کہ "کچھ بعد میں آنے والے لوگ بھی ان صحابہ میں شامل ہوں گے جو ابھی ان کے ساتھ نہیں ملے"۔ تو ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کون لوگ ہیں جو درجہ تو صحابہ کا رکھتے ہیں لیکن ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے۔ حضورؐ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس آدمی نے تین دفعہ یہی سوال دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ ہم میں بیٹھے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریّا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اُٹھ گیا تو ان لوگوں (1) میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے (یعنی آخرین سے مراد ابنائے فارس ہیں جن میں سے مسیح موعود ہوں گے اور ان پر ایمان لانے والے صحابہؓ کا درجہ پائیں گے۔)

1۔ ایک روایت میں رجل کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں جس رہنما کے تبعین صحابہ کا درجہ پائیں گے وہ فارسی الاصل ہوگا اور مثیل عیسیٰ۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ الجمعۃ۔ ترجمہ از حدیقۃ الصالحین)

# از ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

## شریعت کیا ہے؟

شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرتؐ نے دیا ہے اسے لے لے۔ اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں ان کو مسجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاجِ نبوت ہے نہ طریق سُنّت ہے۔ اگر منع کرو تو غیظ و غضب میں آتے ہیں اور دشمن بن جاتے ہیں۔ چونکہ یہ آخری زمانہ ہے ایسا ہی ہونا چاہیے تھا لیکن اسی زمانہ کے فسادوں کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں اکیلا رہنا اور اکیلا مر جانا یا درختوں سے پنجہ مار کر مر جانا ایسی صحبتوں سے اچھا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سب چیزیں پوری ہو رہی ہیں انسان دوسرے کے سمجھائے کچھ نہیں سمجھتا۔ دل میں کسی بات کا بٹھا دینا یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدا جب کسی سے نیکی کرتا ہے تو اسے کچھ عطا کرتا ہے۔ اس کے دل میں فراست پیدا ہو جاتی ہے اور دل ہی معیار ہوتا ہے مگر محجوب دل کام نہیں آتا۔ یہ کام ہمیشہ پاک دل سے نکلتا ہے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرائیل:73)

ان باتوں کے لئے دعا کرنی چاہیے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 162-165۔ایڈیشن 1984)

**ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز**

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ (المجادلۃ:22)

اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ مَیں اور میرا رسول غالب آئیں گے۔

اللہ یقیناً طاقتور اور غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ جب انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے تو فوری طور پر ساتھ ہی انہیں کامیابیاں ملنی شروع نہیں ہو جاتیں بلکہ مخالفین کی طرف سے مخالفت کی آندھیاں چلتی ہیں یوں لگتا ہے کہ بس اب ختم ہوا کہ اب۔ تمام انبیاء کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ مخالفین اپنی انتہا تک زور لگا لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر پھر انہیں ہی ختم کرتی ہے اور انبیاء کامیاب ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کی یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اور اس کا رسول ہی غالب آئیں گے اور دشمن ناکام و نامراد ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو بھی بدترین مخالفت میں سے گزرنا پڑا اور مخالفین کا خیال تھا کہ ان چند نہتے اور غریب لوگوں کو ہم بڑی آسانی سے اپنے پاؤں تلے کچل دیں گے، ان کو ختم کر دیں گے لیکن ہوا کیا! وہ لوگ خود ہی کچلے گئے اور پھر اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے جب مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے عین مطابق اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بھیجا، کوئی خود ساختہ دعویٰ نہیں تھا آپؑ کا تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بھی جہاں بہت سی خوشخبریوں سے نوازا، جماعت کی ترقی کی خبر دی، آپؑ کی مدد اور تائید کی خبر دی، تکمیل اشاعتِ ہدایت کے وعدہ کے پورا ہونے کی خبر دی، آپ کو فتح اور غلبے کی خبر دی، مخالفین کی ناکامیوں کی بھی خبر دی۔ چنانچہ:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ

کا الہام 1883ء سے لے کر 1906ء تک مختلف اوقات میں متعدد بار آپؑ کو ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ اس مخالفت کے باوجود، مخالفین کے تمام حیلوں کے باوجود، حکومتوں کے آپؑ کے خلاف ہونے کے باوجود، ہر مذہب اور مسلمانوں کے تمام فرقوں کے آپؑ کے خلاف تمام تر کوششوں کے باوجود اللہ تعالیٰ آپؑ کو کامیابیاں عطا فرمائے گا اور آپؑ کی جماعت ترقی کرتی چلی جائے گی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متعدد جگہ اس بات کو مختلف موقعوں اور مختلف پیرایوں میں بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ ایک مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

لفظ کَتَبَ سنت اللہ پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ اپنے رسولوں کو ضرور ہی غلبہ دیا کرتا ہے۔ درمیانی دشواریاں کچھ شئے نہیں ہوتیں" مشکلات آتی ہیں درمیان میں لیکن وہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔" اگرچہ وہ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ (التوبہ:118) کا ہی مصداق کیوں نہ ہو۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 344 ایڈیشن 1984ء)

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انتخاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تمام احباب جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ آج مورخہ ۲۲/ اپریل ۲۰۰۳ء بروز منگل بعد نماز مغرب و عشاء مسجد فضل لندن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ، کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس **بصدارت محترم چوہدری حمید اللہ صاحب** منعقد ہوا جس میں حسبِ قواعد ہر رکن نے خلافتِ احمدیہ سے وابستگی کا حلف اٹھایا اور اس کے بعد مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب سلّمہٗ ربّہٗ کو خلیفۃ المسیح منتخب کیا۔ اراکین مجلس انتخاب خلافت نے اسی وقت آپ کی بیعت کی جس کے بعد احباب کو مسجد میں آنے کی عام اجازت دے دی گئی۔ اور مسجد اور گردونواح کے جملہ موجود احباب جماعت نے جن کی تعداد تقریباً دس اور گیارہ ہزار کے درمیان تھی آپ کی بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ اس انتخاب کو منظور فرماتے ہوئے اسے بہت بابرکت فرمائے۔ آمین

اے ہمارے رحیم اور رحمن خدا! اے ہمارے کریم اور ودود ربّ! ہم تیرے شکر گزار ہیں کہ تو نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا اور ہماری حالتِ خوف کو ایک بار پھر امن میں بدل دیا۔ اے ہمارے قادر اور قیوم خدا ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک بار پھر تیرے مسیح اور مہدی علیہ السلام کی پیشگوئی مندرج رسالہ الوصیت پوری شان اور شوکت کے ساتھ پوری ہوئی۔ وللہ الحمد!

والسلام خاکسار

عطاء المجیب راشد

سیکرٹری مجلسِ شوریٰ ۲۲/ اپریل ۲۰۰۳

# پیغام سرپرست ٹکوسا۔ جرمنی

دوستوں کی خدمت میں یاددہانی

میرے بہت پیارے دوستو۔ ممبران ٹکوسا! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ آپ سب کو مع اپنے اہل وعیال اپنی حفاظت میں رکھے اور نیکی کے ہر کام میں آپ کو بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

تعلیم الاسلام کالج سے محبت رکھنے والے چند احباب کے مشورہ اور حضرت امیر المومنین ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے ٹکوسا جرمنی کا آغاز کیا گیا تھا۔ یہ پوداسال بسال ترقی کرتا چلا گیا۔ آج خدا کے فضل سے باوجود کرونا کی روکاوٹ کے اپنی سرگرمیوں کو قانون کی حدود میں رہتے ہوئے خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ تنظیم کے قیام کے مقاصد یاد دلاتا ہوں۔

1۔کالج کے ہم پر جو احسان ہیں ان کے اظہارِ تشکر کے لئے پاکستان میں غریب طلباء کے لئے وظائف پیش کرنا۔

2۔مرحوم اساتذہ اور دوستوں کا کبھی کبھی ذکر خیر کرنا اور ان کی مغفرت کی دعا کرنا

3۔ کبھی کبھی اکٹھے بیٹھنے کے مواقع پیدا کرنا تاکہ کالج کے ماحول کی یادیں تازہ ہوتی رہیں۔

دو اضافی امور کی حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ نے خود ہدایت فرمائی تھی۔ایک المنار کا اجراء اور دوسرے اپنے بچوں کو بھی ساتھ ملا کر ان کو کالج کے مقاصد اور ماحول سے آگاہ کرنا۔

مجھے اطمینان ہے کہ پہلا مقصد تو خدا کے فضل سے حتی المقدور باقاعدگی کے ساتھ پورا پورا ہو رہا ہے اور ہمارے صدر مکرم محترم چوہدری عبدالغفور ڈوگر صاحب اس طرف خاص توجہ دے رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ ہمارا قدم ہر سال آگے بڑھتا رہے۔ حالات کی مناسبت سے دوسرا مقصد بھی صدر صاحب کی نظر سے اوجھل نہیں ہے۔ اور وہ زوم پر دوستوں کی مجالس سجاتے رہتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ نے ہمارے سپرد المنار جاری کرنے کی جو ہدایت فرمائی تھی اس کو شروع تو کر دیا گیا تھا مگر ہمارے حالات کے لحاظ سے یہ مشکل کام تھا۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے اور قابل احترام دوست محترم چوہدری محمد کو لمبس خاں صاحب نے ہماری درخواست منظور فرمائی اور بطور مدیر اعلیٰ المنار یہ ذمہ داری قبول کر کے ہم پر احسان کیا۔ وہ تن تنہا شب وروز کی محنت سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور رسالہ کو باقاعدگی کے ساتھ وقت پر شائع کر رہے ہیں۔ آپ سب سے بھی میری درخواست ہے کہ رسالہ کے لئے کچھ نہ کچھ لکھ کر مدیر اعلیٰ کو بھجوایا کریں حسبِ ضرورت وہ خود آپ کی تحریر کو قابل اشاعت بنالیں گے۔ میری خواہش ہے کہ رسالہ کو پہلے کی طرح چھپوا کر تقسیم کیا جائے۔ ختم کرنے سے پہلے میں اپنے نہایت محترم دوست مکرم منیر احمد باجوہ صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا ہمیشہ ضروری سمجھتا ہوں جن کی محنت اور دلچسپی کی بدولت ہمبرگ کے علاقہ میں تنظیم قائم ہوئی اور یہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی ہدایت تھی جس کی مکرم باجوہ صاحب نے تعمیل کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو ان بے لوث خدمات کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

میری آخری درخواست ہے کہ ان دوستوں کے لئے خاص دعا کریں جو باقاعدگی سے کم از کم ایک طالب علم کا ایک سال کے خرچ کی رقم پیش کرتے ہیں۔ ان میں ایک ایسے دوست بھی ہیں جو باقاعدگی سے ہر ماہ پانچ صد یورو ماہوار پیش کر رہے ہیں حالانکہ وہ کبھی تعلیم الاسلام کالج کے طالب علم بھی نہیں رہے۔ ان کے علاوہ بھی ہمارے بزرگ ہیں جو کالج کے طالب علم نہ ہوتے ہوئے بھی فراخدلی سے رقوم عطا کر کے ہماری نیک نامی میں مددگار بنتے ہیں۔ ان کے نام گاہے بگاہے دعا کے لئے شائع کئے جاتے رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیگر دوستوں کو بھی اس قربانی میں شامل ہونے کی توفیق دے جنہیں اس کی اہمیت کا ابھی علم نہیں ہو سکا۔

خاکسار پروفیسر حمید احمد

# T. I. COLLEGE OLD STUDENTS ASSOCIATION
# GERMANY

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

## قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم و مغفور

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے شفیق اور محسن استاد اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے وفادار خادم محترم پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب کی رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے:

**اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال و لاکرام**

کہتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

مرحوم واقف زندگی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ نے ان کو ایم۔اے کر لینے کے بعد تعلیم الاسلام کالج میں تعینات فرمایا جہاں آپ ریاضی کے پروفیسر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ آپ ہم میں سے بہتوں کے شفیق استاد تھے۔ کالج میں چیف پراکٹر کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی پہلے بطور ناظم مکانات کے شروع کی اور پھر سالہا سال افسر جلسہ سالانہ رہے۔ کالج میں تھے تو ان کو پرنسپل حضرت صاحبزدہ مرزا ناصر احمد صاحب کا خاص اعتماد حاصل تھا۔ جب پاکستان میں تعلیمی ادارے قومیائے گئے تو بطور واقف زندگی اپنے آپ کو خلیفۂ وقت کی خدمت میں پیش کر دیا جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے ان کو جماعتی اداروں میں خدمت کے لئے بلا لیا۔ صدر انجمن احمدیہ میں ناظر ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ میں بطور وکیل اعلیٰ تحریک جدید آخرِ دم تک خدمت پر مامور رہے۔ ذیلی تنظیموں میں آپ خدام الاحمدیہ میں پہلے مہتمم مال اور پھر صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ اور اسی صدر انصار اللہ مرکزیہ رہے۔ آپ نہایت ذہین، کم گو، منکسر المزاج۔ شفیق اور محنتی انسان تھے۔ غرباء کی خاموشی سے مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔

ہم اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ، اور مرحوم کی اہلیہ محترمہ۔ ان کے فرزند محترم رشید اللہ صاحب، ان کی صاحبزادیوں محترمہ طیبہ صاحبہ اور محترمہ رضوانہ صاحبہ اور خاندان کے جملہ افراد سے اس صدمہ پر دِلی تعزیّت کے جذبات پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی وناصر رہے۔

ہم ہیں ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

**بذریعہ چوہدری عبد لغفور ڈوگر**

**صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی**

# *T. I. College Old Students Association Germany*

بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیم نَحمدہٗ وَنصلّی علیٰ رسولہِ الکریم وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

## قرار دادِ تعزیّت بروفات محترم بریگیڈیر (ر) محمد لطیف صاحب مرحوم ومغفور

### ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے نہایت پیارے دوست محترم بریگیڈیر (ر) محمد لطیف مرحوم کی رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ. وَیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذُو الۡجَلٰلِ وَالۡاِکۡرَامِ

کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔ بریگیڈیر (ر) محمد لطیف مرحوم تعلیم الاسلام کالج میں 1963 میں داخل ہوئے اور انہوں نے 1968 میں بی ایس سے کرکے پاکستان آرمی میں بطور آفیسر بھرتی ہو کر اپنی پروفیشنل اہلیت کی بدولت احمدی ہونے کے باوجود بریگیڈیر کے عہدہ تک ترقی پائی۔ تعلیم الاسلام کالج میں طالب علمی کے دوران آپ کی ذات علمی، اخلاقی اور ادبی حیثیت سے بہت نمایاں تھی۔ آپ کالج کے علمی رسالہ المنار کے ایڈیٹوریل بورڈ میں بھی رہے۔ آپ ایک ہر دلعزیز طالب علم تھے۔ قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے ان کو کالج ہوسٹل میں چیف پریفیکٹ کے قابل فخر عہدہ پر فائز کیا گیا جو ایک بڑا اعزاز تھا۔ ان کی تعلیم کے آخری سال میں کالج کے اس وقت کے پرنسپل پروفیسر حضرت قاضی محمد اسلم صاحب جو ملک کے نامور ماہر نفسیات تھے ،نے تجویز فرمایا تھا کہ انہیں سول سروس میں جانا چاہئے مگر انہوں نے فوج میں جانا پسند کیا کیونکہ اس وقت تک پاکستان کی فوج میں مذہبی عقائد کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد بریگیڈیر (ر) محمد لطیف مرحوم نے اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ وفات کے وقت وہ امیر ضلع راولپنڈی کے طور جماعتی خدمات بجالا رہے تھے۔

ہم بریگیڈیر (ر) محمد لطیف مرحوم کی اہلیہ محترمہ۔ ان کے صاحبزدگان شہزاد لطیف اور شجاع لطیف صاحبان اور ان کی صاحبزادیوں صائمہ لطیف، سعدیہ لطیف اور اعزہ لطیف اور خاندان کے جملہ افراد سے اس صدمہ پر دِلی تعزیّت کے جذبات پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی وناصر رہے۔

ہم ہیں شریک غم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

**بذریعہ چوہدری عبد الغفور ڈوگر**

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

# محترم چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم کا ذکر خیر

## خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 12 فروری 2021

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

آج میں جماعت کے ایک دیرینہ خادم مکرم چودھری حمید اللہ صاحب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کی گزشتہ دنوں میں وفات ہوئی۔ آپ تحریک جدید پاکستان کے وکیل اعلیٰ تھے۔ صدر مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ تھے اور ایک لمبے عرصے سے افسر جلسہ سالانہ کی خدمت پر بھی مامور تھے۔ 7/فروری کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں 87 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

مکرم چودھری صاحب کے والد کا نام بابو محمد بخش صاحب اور والدہ کا نام عائشہ بی بی صاحبہ تھا۔ یہ لوگ بھیرہ کے نواحی علاقے کے رہنے والے تھے۔ چودھری صاحب 1934ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نے ان کی پیدائش سے کوئی پانچ سال پہلے احمدیت قبول کی تھی۔ وہ اپنی قبول احمدیت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر ایک خواب تحریر کر رہا ہوں۔ اور اس خواب کے بارے میں جو تفصیل بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ محکمہ نہر میں کام کرتے تھے تو بنگلہ میں یہ رہتے تھے۔ یا دورے پہ یہ پھرتے رہتے تھے تو اس دوران انہوں نے وہاں رات بسر کی۔ کہتے ہیں کہ بنگلہ بھوولا سرگودھا میں ماہ اکتوبر 1929ء بوقت قریباً دو بجے رات کو یہ نظارہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نظارہ دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلّی پر تشریف فرما ہیں اور رانوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں جس طرح انگلیوں پر ذکر اللہ کر رہے ہیں۔ رُخِ مبارک مشرق کی طرف ہے۔ مجھے فرمایا کہ جس کرسی پر تم بیٹھے ہو اس کی چُولیں ڈھیلی ہو چکی ہیں۔ کہتے ہیں اس پر مَیں فوراً اٹھا اور دیکھا تو ایک چُول ڈھیلی تھی۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ آپؐ نے غلام کی جان بچالی ہے۔ آگے یا پیچھے گرتا تو سر پھوٹ جاتا۔ تھوڑی دیر بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک میں ایک نئی دفتری کرسی ہے

جس کے Arms آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ یہ احمدیت کی کرسی ہے یعنی بادلائل اور حقیقی اسلام ہے۔ اس کے بعد بندہ بیدار ہو گیا۔ یہ ان کے والد کے احمدیت قبول کرنے کا واقعہ ہے۔ (ماخوذ از بشارات رحمانیہ صفحہ 157)

چوہدری صاحب نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ آٹھویں جماعت کے طالبعلم تھے جب 1946ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقف کی تحریک کی۔ جو تحریک کی ہوئی تھی اس پر لبیک کہتے ہوئے آپ کی والدہ آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گئیں اور حضور سے عرض کیا کہ یہ میرا بچہ ہے میں اس کو خدمت دین کے لیے وقف کرتی ہوں۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے کچھ ہدایات دیں کہ اس کو آئندہ سکول میں پڑھاتے رہیں۔ 1949ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر وکالت دیوان ربوہ کی ہدایت پر انٹرویو کے لیے ربوہ تشریف لائے۔ تحریری امتحان کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ان کا انٹرویو لیا۔ اس وقت انجمن احمدیہ کے ناظران کی میٹنگ ہو رہی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ میٹنگ میں بیٹھے تھے۔ جو بھی اُس وقت تین چار لڑکے تھے آپ نے وہیں ان کو بلا لیا۔ چوہدری حمید اللہ صاحب تھے، مصلح الدین صاحب تھے، سمیع اللہ صاحب تھے۔ تو بہر حال خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے انٹرویو لیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر ان کی تعلیم کا سلسلہ چلتا رہا اور سکول اور یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر انہوں نے بی ایس سی کیا۔ بی ایس سی میں صوبہ بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ پھر پنجاب یونیورسٹی لاہور سے فرسٹ ڈویژن میں ایم اے ریاضی کیا۔ 1955ء میں تعلیم الاسلام کالج میں استاد مقرر ہوئے اور پھر صدر شعبہ ریاضی بھی مقرر ہوئے۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 104، 120)

ان کی شادی 1960ء میں رضیہ خانم صاحبہ سے ہوئی جو عبد الجبار خان صاحب سرگودھا کی بیٹی تھیں۔ 1974ء تک ٹی آئی کالج ربوہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ کالج کے قومیائے جانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر آپ نے کالج سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ وقف زندگی تھے اور کالج اب نیشنلائزڈ (nationalized) ہو گئے تھے اس لیے کوئی جواز نہیں تھا کہ حکومت کے ادارے میں پڑھائیں تو جو واقفِ زندگی تھے ان میں سے بعض کو، ساروں کو نہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہی ہدایت دی تھی کہ وہیں کالج میں کام جاری رکھیں وہاں بھی ضرورت ہے اور بعض کو یہی مشورہ دیا، یہی ہدایت کی کہ وہ جماعت کی خدمت میں آ جائیں۔ بہر حال انہوں نے جب وہاں سے استعفیٰ دیا تو ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ناظر ضیافت مقرر کیا۔ 1982ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وکیل اعلیٰ تحریک جدید مقرر فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی کچھ عرصہ تک آپ ایڈیشنل صدر مجلس تحریک جدید بھی رہے۔ پھر 1989ء (eighty-nine) میں جو جوبلی سال تھا اس میں آپ صدر مجلس تحریک جدید مقرر ہوئے اور وفات تک یہ خدمات بجالاتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ 1986ء تا وفات ایڈیشنل ناظر اعلیٰ کے طور پر سندھ وغیرہ کے ہنگامی حالات کے بھی نگران رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے زمانے میں آپ کو ربوہ میں امیر مقامی بننے کا بھی اعزاز حاصل ہوا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 28 صفحہ 112، 335)

مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مختلف حیثیتوں سے خدمات بجالاتے رہے اور اس کے بعد 1969ء سے 1973ء تک بطور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر ہوئے۔ اس زمانے میں ساری دنیا میں ایک ہی مرکزی خدام الاحمدیہ تھی اور مرکز سے اس کا کنٹرول ہوتا تھا۔ ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ صدر نہیں مقرر ہوتا تھا۔

1969ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مقرر فرمایا تو اس موقع پر حضور نے جو باتیں کی ہیں یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ گو یہ اقتباس لمبا ہے جو میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تقریر سے لوں گا لیکن یہ بڑا ضروری ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جسمانی اولاد کے لیے بھی اور روحانی اولاد کے لیے بھی، جماعت کا کام کرنے والوں کے لیے بھی یہ ہدایات اور یہ باتیں ایسی

ہیں جو ان کو پلّے باندھنی چاہئیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور فکر کرنی چاہیے کہ آیا ہم وہ حق ادا کر رہے ہیں کہ نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے فرمایا کہ ”صدر بننے والے نوجوان کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے اور اس عہدے سے سبکدوش ہونے والے مخلص نوجوان کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے اور آنے والے کو یہ توفیق دے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے پہلوں سے زیادہ کام کر کے دکھائیں۔“ فرمایا کہ ”ہم کسی جگہ پر ٹھہر نہیں سکتے۔ ہمارا ہر فرد جس پر نئے سرے سے ذمہ داری عائد کی جاتی ہے ان کو پہلوں سے آگے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیلاؤ اور وسعت آ رہی ہے۔ جماعت کے کام بھی بڑھ رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں۔ غرض میں بتا رہا تھا کہ جنہوں نے مجلس کی صدارت کا چارج لیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خونی رشتہ کے لحاظ سے خاندان کے فرد نہیں ہیں“ (چوہدری صاحب سے پہلے غالباً مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ صدر تھے اور ان کا خونی رشتہ تھا تو بہر حال آپ نے فرمایا کہ خونی رشتہ تو نہیں ہے، یہ خاندان کے فرد نہیں ہیں) ”لیکن روحانی رشتہ کے لحاظ سے ہر شخص اپنی ہمت اور کوشش اور اپنی دعا اور عاجزی کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد بننے کے قابل ہے اور سچا اور حقیقی روحانی بیٹا اسے بننا چاہیے۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو جسمانی اولاد سے بھی زیادہ آگے نکل جاتے ہیں حالانکہ وہ محض روحانی اولاد ہوتے ہیں۔ جسمانی تعلق تو ایک دنیاوی تعلق ہے۔ مذہب یا روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اولاد سے اصل تعلق روحانی تعلق ہی ہے“ اور یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو جسمانی تعلق رکھنے والے ہیں، یا خونی تعلق رکھنے والے رشتہ دار ہیں ان کو یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی اولاد سے اصل تعلق روحانی تعلق ہی ہے۔ ”اسی واسطے کہا گیا ہے کہ انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ آگے ورثہ میں کسی کو کچھ دیتے ہیں۔ (نہ ہی انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ آگے ورثہ میں کچھ دیتے ہیں) کیونکہ ورثہ کا تعلق جسمانی قرابت سے ہے اس کی نفی کر دی گئی ہے لیکن جہاں تک روحانی فیوض و برکات کا تعلق ہے وہی حقیقت، وہی صداقت اور وہی حکمت ہے۔ وہی دراصل صحیح معنی میں کسی شخص کی روحانی اولاد ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو اس کی منشا اور فرمان کے مطابق قائم کیا اور ہر شخص اپنے اخلاص اور ایثار کے مطابق اپنا اجر پاتا ہے۔ پس اصل میں یہی روحانی اولاد ایک روحانی وجود کی اولاد ہے۔ اس کی جسمانی اولاد کوئی نہیں ہوتی۔ اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی اولاد ہی حقیقی اولاد ہے اسی واسطے آپ نے اپنی جسمانی اولاد کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول کیا اور ان کو روحانی وجود بنا دیا۔ اگر محض جسمانی اولاد ہونے میں کوئی خوبی ہوتی تو آپ کو نہ ان دعاؤں کے کرنے کی ضرورت تھی نہ ان کی قبولیت کی حاجت ہوتی۔ پس اصل چیز یہ ہے کہ روحانی رشتہ مضبوط ہو خواہ جسمانی تعلق نہ بھی ہو۔ اس واسطے وہ لوگ بھی غلطی پر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ محض جسمانی اولاد ہونا کوئی بڑائی ہے۔ بعض لوگ اسلام میں ایسے بھی ہوئے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے محض اس لیے دشمنی کی کہ وہ آپ کی جسمانی اولاد تھے۔ لیکن یہ بھی غلط ہے کہ چونکہ جسمانی اولاد تھے اس لیے ان کو عزت حاصل ہو گئی لیکن اس رشتہ کے نتیجہ میں کوئی انہیں بزرگی دیتا ہے تو وہ جاہل مطلق ہے۔“ (یہ باتیں دونوں اس میں آ گئیں کہ جو اس لیے دشمنی کرتے ہیں کہ جسمانی اولاد ہے وہ بھی غلط کرتے ہیں اور اگر کوئی عزت دیتے ہیں اور بزرگی دیتے ہیں تو وہ بھی غلط کرتے ہیں۔) فرمایا کہ ”اس کے اندر کوئی روحانیت نہیں ہے۔ کوئی عقل نہیں ہے“ (جو یہ سمجھتا ہے۔) ”اصل تعلق روحانیت کا ہے۔ جسمانی اولاد میں اگر یہ تعلق پختگی کے ساتھ قائم ہو جائے، ان میں ایثار اور قربانی اور بے نفسی پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دیتا ہے اور اپنے قرب اور رضا سے نوازتا ہے۔“ (جسمانی اولاد میں یہ تعلق اور پختگی اگر قائم ہو گئی ہے، نبی کا جو روحانی فیض ہے وہ حاصل کر لیا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ جزا بھی دیتا ہے اور اپنے قرب اور رضا سے نوازتا ہے) ”اور جس نے جسمانی اولاد نہ ہونے کے باوجود روحانی اثر کو قبول کر کے اپنے آپ کو دنیا کی نگاہ میں حقیقی اولاد جیسا بنا دیا اس کے

متعلق یہ کہنا کہ صرف اس وجہ سے کہ چونکہ جسمانی تعلق نہیں ہے اس لیے وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں عزت اور مرتبہ نہیں پاسکتا یہ بھی غلط ہے۔“ (پس جسمانی تعلق نہ بھی ہو تو روحانی اولاد بن کے اگر اس کا حق ادا کر دیا ہے تو وہ مرتبہ پا گیا اور اس کے متعلق یہ کہنا کہ عزت اور مرتبہ نہیں پاتا وہ غلط کہتا ہے۔)

پھر فرماتے ہیں کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ اصل صراط مستقیم ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عزت اور احترام کو حاصل کر لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ وہ اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدا تعالیٰ کے دین کے کام کرنے کی توفیق پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی کوششوں کو قبول کرتا ہے خواہ اس کا مامور زمانہ سے جسمانی تعلق ہو یا نہ ہو۔ پس وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کا جسمانی تعلق ہے اس لیے ان کو بڑا کہنا چاہیے وہ بھی غیر معقول بات کرتے ہیں اور وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ جسمانی تعلق ہے اس لیے اچھے ہو گئے ہیں اور انہوں نے ورثہ میں عزت و احترام کو پالیا ہے یہ بھی غلط ہے۔ اس طرح پر تو ورثہ میں کسی کو عزت اور احترام نہیں ملا کرتا۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ چونکہ جسمانی رشتہ نہیں ہے اس لیے اکرام اور بزرگی نہیں مل سکتی یہ غلط ہے۔ غرض جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جسمانی تعلق ہے اس لیے ضرور بزرگی مل جائے گی یہ بھی غلط ہے۔ اصل میں روحانی تعلق نام ہے تقویٰ اختیار کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا کرنے کا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ایثار اور قربانی کرنے کا۔ اپنے نفس پر ایک موت وارد کرنے کا۔ اپنے آپ کو کچھ بھی نہ سمجھنے کا۔ اپنی فنا کے بعد اللہ تعالیٰ سے ایک نئی اور پاک زندگی حاصل کرنے کا۔ یہ اصل تعلق ہے، اس کے بغیر تو کوئی تعلق تعلق ہی نہیں۔)

فرمایا غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے پچھلے تین سال میں خدام الاحمدیہ نے خاصی ترقی کی ہے لیکن پہاڑوں کی بلند چوٹیوں کی طرح خدام الاحمدیہ کے لیے کوئی ایک چوٹی مقرر نہیں کہ جہاں جا کر وہ یہ سمجھیں کہ بس اب ہم آخری بلندی پر پہنچ گئے۔ ہمارا کام ختم ہو گیا۔ یہ تو ایسے پہاڑ کی چڑھائی ہے کہ جس کی چوٹی کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ یہ وہ پہاڑ ہے جس کے اوپر ارضِ ربِّ کریم ہے اور انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ غیر محدود ہے اور ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے اور اسی میں ہماری زندگی اور حیات ہے کہ ہم کسی جگہ پر تھک کر بیٹھ نہ جائیں یا کسی جگہ ٹھہر کر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم نے جو حاصل کرنا تھا کر لیا۔ نہیں، ہمارے لیے غیر محدود ترقیات اور رفعتیں مقدر کی گئی ہیں اور اگر ہم کوشش کریں اور واقعہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے دل میں اخلاص اور ایثار اور محبت ذاتی اپنے لیے محسوس کرے تو وہ ہم پر فضل نازل کرتا چلا جائے گا اور کرتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان خدا تعالیٰ سے اَور زیادہ پیار حاصل کرتا ہے اور اپنے نفس سے وہ اَور زیادہ دور اور بیگانہ ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ از مشعل راہ جلد 2 صفحہ 212 تا 214)

پس یہ الفاظ جو آپؒ نے چودھری صاحب کو نصیحت فرمائے اور چودھری صاحب کی وجہ سے آج ہم میں بھی یہ الفاظ پہنچے یہ بھی جب ہر واقف زندگی اور ہر کام کرنے والا اور جو خاندان کا تعلق رکھنے والا ہر فرد ہے وہ بھی ان باتوں پہ غور کرے تو چودھری صاحب کے درجات کی بلندی کے لیے بھی دعا کرے کہ ان کی وجہ سے یہ سنہری الفاظ ہمیں سننے کو اور سمجھنے کو ملے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں 1970ء کے اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:
میں نے ایک مخلص بچے کو جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جسمانی تعلق تو نہ تھا لیکن روحانی تعلق بہت پختہ تھا خدام الاحمدیہ کی صدارت سونپی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کی کوششوں میں برکت ڈالی اور ہماری دعاؤں کو قبول فرمایا۔ (ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 26 صفحہ 214)

جب ان کو اپنی ٹرم پوری کر کے خدام الاحمدیہ کی خدمت صدر سے فراغت ہوئی تو اس وقت وداعی تقریب میں جو سپاس نامہ ان کو پیش کیا گیا تھا اس میں یہ لکھا گیا اور ان کے بارے میں جو بھی لکھا گیا اس میں یقیناً کوئی مبالغہ نہیں۔ آج کی یہ خصوصی تقریب چودھری صاحب کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ چودھری حمید اللہ صاحب کا چار سالہ دور صدارت تاریخ خدام الاحمدیہ میں ایک زرّیں باب کا اضافہ ہے۔ اس میں خدام الاحمدیہ

عالمگیر نے اپنی کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خصوصی رہنمائی میں (خلافت ثالثہ کے دور کی بات ہے) ہر شعبہ میں نمایاں کام کیا۔ چودھری حمید اللہ صاحب نے انتہائی خاکساری، بے نفسی اور مسلسل محنت کے ساتھ نوجوان نسل میں اطاعت اور وفا کیشی اور خلافت سے وابستگی جیسی دلکش صفات کو اجاگر کیا جو ان کے مستقبل کے لیے نشان راہ ثابت ہوں گی۔ ان شاءاللہ العزیز۔ آپ کے دورِ صدارت میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی خواہش کے مطابق خدام الاحمدیہ کے ہر شعبہ نے نمایاں ترقی کی۔ آپ کے دورِ صدارت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زریں ارشادات کو کتابی شکل میں مشعل راہ کے نام سے شائع کیا گیا۔ اطفالِ احمدیت کے لیے کتابچہ "یادرکھنے کی باتیں" شائع ہوا۔ مجلس مرکزیہ کا عمومی اور خصوصی مالی نظام مستحکم ہوا۔ آپ ہمیشہ اس طریق کار پر محبت اور فدائیت کے ساتھ سختی سے کاربند رہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ہر حکم اور اشارے کی دل وجان سے اطاعت کی جائے اور حضور کے جملہ ارشادات کی لفظاً ومعناً تعمیل میں ہر ممکن وسیلے کو بروئے کار لایا جائے۔ صدارت کی عظیم ذمہ داری سے قبل مختلف وقتوں میں آپ کو مرکزی مجلس عاملہ کے رکن کے طور پر خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ (ماخوذ از رسالہ خالد دسمبر 1973ء ربوہ صفحہ 3-4)

اس الوداعی تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ بھی شریک ہوئے تھے۔ آپ نے بھی مختصر خطاب فرمایا۔ اس کا بھی مختصر حصہ میں یہاں پیش کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا۔ جانے والے کے متعلق تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ احسن جزادے اور آنے والے کے متعلق یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین اور مقبول خدمت کی توفیق عطا کرے۔ مجلس خدام الاحمدیہ مختلف ادوار میں سے گزر کر اس مقام تک پہنچی ہے جہاں دنیا اسے آج دیکھ رہی ہے۔ ابتدا اس کی ایک چھوٹے سے بیج کی مانند تھی اور اس وقت ایک صحت مند بھرپور جوانی والے خوبصورت درخت کی شکل یہ بیج اختیار کر گیا ہے۔ ہر صدارت نے اپنی صدارت کے زمانے میں دو کام کیے۔ کسی نے بہت ہی اچھے طریقے پر اور کسی نے درمیانے طریقے پر اور کسی نے اپنا وقت گزارا بعض پہلوؤں کے لحاظ سے۔ بہر حال دو کام کیے ہر صدارت نے۔ ایک جو روایات بن چکی تھیں ان کو قائم رکھنے کی سعی کی، کوشش کی اور دوسرے جو ضروریات پیدا ہو چکی تھیں ان سے نمٹنے کے لیے کوشش کی۔ نئی نئی باتیں ڈویلپ ہوتی ہیں، نئی ضروریات پیدا ہوتی ہیں ان سے نمٹنے کے لیے کوشش کی۔ ایک زندہ وجود کو یہی دو کام کرنے پڑتے ہیں۔ پھر فرمایا مجلس خدام الاحمدیہ کی زندگی قیامت تک کے لیے ممتد ہے کیونکہ اس تنظیم کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہدی کی جماعت کے ساتھ ہے جس کے متعلق یہ بشارت دی گئی ہے کہ قیامت تک وہ ذمہ داریاں جن کا تعلق اصولاً بھی اور تفصیلاً بھی امت محمدیہ سے اور اسلام سے ہوگا اس کی جماعت پر ڈالی جائیں گی۔ چونکہ جماعت احمدیہ کی زندگی قیامت تک ممتد ہے اس لیے جماعت احمدیہ کی تمام ذیلی تنظیموں کی زندگی بھی قیامت تک ممتد ہے اور ہر دور جس میں سے بنیادی تنظیم، اصلی تنظیم یعنی جماعتی تنظیم یا اس کی ذیلی تنظیمیں جس میں سے گزریں ہر دور میں پہلی خوبصورتی اور حسن اور جمال کو محفوظ رکھنا اور اس میں زیادتی کرتے چلے جانا یہ فرض بن جاتا ہے ان لوگوں کا جن کے ہاتھ میں اس کی قیادت دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا ہم کہیں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ٹھہرنا موت کے مترادف ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے زندگی کا۔ پس اس بات کو ہماری ہر سطح پر ہر تنظیم کو اور نظام جماعت کے بھی ہر عہدیدار کو ہمیشہ یادرکھنا چاہیے کہ ہم کہیں ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ ٹھہرنا موت کے مترادف ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے زندگی کا۔ فرمایا کہ ہر نئے آنے والے صدر پر پہلے سے زیادہ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کیونکہ اس سے پہلے کے صدر نے دو سال پہلے سے قبل کی حالت کو قائم رکھ کے آگے بڑھنا ہے۔ پہلا صدر جو کام کر کے دے گیا ہے اس کو آگے بڑھانا ہے۔ فرمایا کہ کام میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ نئی ہدایات مرکزِ ہدایت یعنی خلافت سے جاری ہوتی ہیں۔ خلیفہ وقت سے نئی ہدایات ملتی ہیں۔ نئی ذمہ داریاں نئے حالات کے مطابق ڈالی جاتی ہیں۔ پرانی روایات کو قائم بھی رکھنا ہوتا ہے اور نئی ضرورتوں کے حصول کے لیے اور نئے مسائل کے سمجھنے کے لیے نئی کوشش نئے عزم کے ساتھ بھی کی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزیز بھائی اور بچے حمید اللہ صاحب کو جو انہوں نے جماعت کے لیے کیا جس رنگ میں ذمہ داریوں کو نبایا اس پر انہیں احسن جزادے اور انہیں بھی توفیق دے کہ دین کی مزید جو ذمہ داریاں دوسرے شعبوں کی، جس رنگ میں بھی ان کے کندھوں پر پڑیں آخر وقت تک انہیں وہ اسی طرح خوش اسلوبی سے نبھاتے چلے جائیں اور ادا کرتے چلے جائیں۔ (ماخوذ از مشعل راہ جلد 02 صفحہ 414-415 خطاب فرمودہ یکم دسمبر 1973ء)

1974 کے ہنگامی حالات میں بھی چودھری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ہدایت کے مطابق جو ہنگامی سیل قائم ہوا تھا اس میں اہم خدمات سرانجام دیں۔ (سلسلہ احمدیہ جلد 03 صفحہ 281)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے لندن ہجرت کے بعد حضور کے ارشاد پر یہاں آئے اور ایک سال سے زائد عرصہ یہاں رہے اور یہاں بھی جو جماعتی مرکزی نظام تھا اس کو قائم کرنے اور اس کو سیٹ کرنے میں انہوں نے کافی کردار ادا کیا۔ 1982ء سے 1999ء تک بطور صدر مجلس انصاراللہ کے خدمت کی توفیق پائی۔ اس وقت عرصہ کی شرط نہیں ہوتی تھی۔ یہ تقریباً سترہ سال صدر انصار اللہ رہے۔ پھر انصار اللہ میں جب صدر تھے تو انصار اللہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشادات پر مشتمل 'سبیل الرشاد' کی پہلی جلد مرتب کر کے شائع کی گئی۔ گیسٹ ہاؤس میں توسیع اور تعمیر کا قابل قدر کام ہوا۔ (انصار اللہ ربوہ جنوری 2000ء صفحہ 15،17)

جماعت احمدیہ کی 1989ء کی جو صد سالہ جوبلی منصوبہ بندی کمیٹی تھی اس کے صدر کی حیثیت سے بھی خدمت سرانجام دی۔ اس سے قبل آپ کو سیکرٹری صد سالہ احمدیہ جوبلی منصوبہ بندی کمیٹی کے طور پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ 2005ء میں مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی 2008ء کے صدر کے طور پر بھی خدمات بجالاتے رہے۔ 2005ء میں صدر خلافت احمدیہ جوبلی کمیٹی مقرر ہوئے تھے، جو خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی کی مرکزی کمیٹی تھی اور اس کا چونکہ کام مستقل تھا تو اب تک یہ اس کی صدارت کرتے رہے۔ ابھی بھی بعض چیزیں اس کی شائع ہو رہی ہیں۔ اپریل 2003ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے موقع پر انتخاب خلافت کے اجلاس کی صدارت کا اعزاز بھی انہیں نصیب ہوا۔ بطور وکیل اعلیٰ آپ نے افریقہ اور یورپ سمیت متعدد ممالک کے دورے بھی کیے۔

1973 میں محترم سید میر داؤد احمد صاحب کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو افسر جلسہ سالانہ مقرر کر دیا۔ 1973ء تا وفات آپ بطور افسر جلسہ سالانہ خدمات سرانجام دیتے رہے۔ گو پاکستان میں 1983ء کے بعد جلسے تو نہیں ہوئے لیکن باقاعدہ نظام وہاں قائم تھا اور اس کو یہ نہیں کہ انہوں نے چھوڑ دیا۔ باقاعدہ حالات کے مطابق اپ ڈیٹ کرتے رہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے جب بھی حالات بہتر ہوں اور جلسہ ہو تو زیادہ سے زیادہ تعداد کو ہم کس طرح سنبھال سکتے ہیں اور ان میں یہ بڑی انتظامی صلاحیت تھی اس کے مطابق انہوں نے کام کیا۔ افسر جلسہ سالانہ بننے سے پہلے آپ مختلف حیثیتوں سے جلسہ سالانہ کے نظام میں بھی کام کرتے رہے۔ جلسہ سالانہ قادیان جو 1991ء میں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع وہاں گئے تھے۔ ان کو حضور نے افسر جلسہ سالانہ مقرر فرمایا اور پھر ان کی تعریف کرتے ہوئے خطبہ میں فرمایا کہ "پاکستان سے چودھری حمید اللہ صاحب اور میاں غلام احمد صاحب نے بڑے لمبے عرصہ تک بہت محنت کی ہے اور قادیان جا کر وہاں کے مسائل کو سمجھا اور میری ہدایات کے مطابق ہر قسم کی تیاری میں بہت ہی عمدہ خدمات سرانجام دی ہیں ورنہ قادیان کی احمدی آبادی اتنی چھوٹی ہے کہ ان کے بس میں نہیں تھا کہ اتنے بڑے انتظام کو سنبھال سکتے۔" (دورہ قادیان 1991ء صفحہ 171)

1977 میں ان کو افسر جلسہ سالانہ ربوہ کے علاوہ ناظر ضیافت بھی مقرر کیا گیا۔ 1977ء تا 1987ء تک بطور ناظر ضیافت خدمات سرانجام دیتے رہے۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کی اہلیہ رضیہ خانم کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ بیٹا رشید اللہ صاحب تو کینیڈا میں مقیم ہیں اور ایک بیٹی یہاں لندن میں ہیں اور ظہیر حیات صاحب کی اہلیہ ہیں اور دوسری بیٹی رضوانہ حمید کمال یوسف صاحب کی بہو، نثار احمد صاحب کی اہلیہ ہیں یہ

سویڈن میں ہیں۔ ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ ہماری شادی 1960ء میں ہوئی۔ شادی کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کو جو بھی الاؤنس ملتا تھا تو سب سے پہلے اس میں سے چندہ نکالتے اور مجھے بھی ہمیشہ یہ تلقین کرتے کہ پہلے چندے دو۔ بعد میں باقی اخراجات پورے کرو اور مجھے وصیت کی تلقین بھی کی۔ شادی کے وقت چودھری صاحب کی تنخواہ 80 روپے تھی۔ آجکل کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا، سستا زمانہ بھی تھا لیکن اس کے باوجود بھی 80 روپے بہت معمولی رقم تھی۔ ان کی تنخواہ 80 روپے تھی اس پر میں بہت پریشان تھی کہ اس آمدن میں چندہ نکالنے کے بعد گزارا کیسے ہو گا لیکن چندے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل رہتا اور بڑے آرام سے دن گزرتے۔ اور میرا خیال ہے کالج میں کیونکہ لگے تھے تو اس وقت کالج کے لوگوں کی جو تنخواہ، الاؤنس تھا وہ زیادہ ہوتا تھا۔ باقی جو کارکنان تھے ان کا، مربیان کا یا واقفین زندگی کا تو اس سے بھی کم ہوتا تھا۔

پھر لکھتی ہیں کہ آپ تہجد گزار تھے۔ پانچ وقت کی نمازیں باجماعت مسجد یا دفتر میں ادا کرتے۔ بیماری کی صورت میں گھر میں ادا کرتے۔ نماز کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ آخری دم تک نمازیں پوری اور وقت پر پڑھتے۔ انہیں دیکھ کر مجھے بھی نماز تہجد کی عادت ہوگئی تھی۔ میں نے سب کچھ ان سے سیکھا ہے۔

پھر کہتی ہیں کہ میرے ساتھ ان کا بہت زیادہ حسن سلوک تھا۔ گھر میں جو بھی چیز آتی وہ پہلے مجھے دیتے اور پھر بچوں کو تقسیم کرتے۔ اکثر کام سے دیر سے گھر آتے، بہت رات گئے تک دفتر میں رہتے دفتروں میں کام کرتے تھے۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔ تو کہتی ہیں کہ مجھے تنگ نہیں کرتے تھے۔ بیرونی دروازے کی چابیوں سے خود ہی کھول کے اندر آجاتے۔ کتنی بھی لیٹ ہوں کبھی گھنٹی نہیں بجائی۔ کبھی نہیں اٹھایا اور کہتی ہیں کھانا اگر کھانا ہوتا تو جتنی ان کی ضرورت ہوتی تھی، جتنا کھانا چودھری صاحب کھاتے تھے وہ میں دیگچی میں ڈال کے رکھ دیتی تھی اور روٹیاں لپیٹ کے پاس رکھ دیتی تھی اور میں سو جاتی تھی۔ آپ باہر سے آتے تھے خود ہی کھانا گرم کر کے کھا لیتے تھے۔ کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا چاہے کھانے کا ہو یا پہننے کا۔ جو کھانے کے لیے ملتا خوشی سے کھا لیتے اور جو کپڑا لاتی خوشی سے پہن لیتے۔ کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور یہ گھروں میں امن اور سکون رکھنے کا بڑا بنیادی اصول ہے۔ اگر اس پہ عمل کریں تو آدھے گھر کیا اسّی فیصد گھروں کے مسائل کبھی پیدا ہی نہ ہوں۔ شہداء، عہدے داران، نامور شخصیات، کارکنان، کارکنان کے لواحقین اور دیگر جاننے والے احباب کے جنازوں میں ضرور شامل ہوتے تھے اور تدفین تک ساتھ رہتے تھے۔ کسی کے بارے میں دل میں غصہ نہیں رکھتے تھے۔ بہت ستاری والی طبیعت تھی۔ ایک شفیق خاوند تھے۔ بچوں کے لیے شفیق باپ تھے۔ کسی رشتہ دار سے ناراض نہ ہوتے تھے۔ صلح میں پہل کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اَلْعِزَّةُ لِلّٰهِ جَمِيْعًا سب عزتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں۔ اپنے بہن بھائیوں اور دیگر رشتہ داروں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر جمعرات کو ربوہ میں مقیم اپنی بہن کے گھر جاتے۔ چودھری صاحب نے والدین کا بھی بہت خیال رکھا۔ کہتی ہیں میرا آپریشن ہوا میں دس دن ہسپتال میں رہی۔ سونے کے لیے وہاں جگہ کوئی نہیں تھی تو میرے کمرے میں فرش پر ہی لیٹ جاتے تھے۔ کبھی شکوہ نہیں کیا کہ میں نیچے نہیں سو سکتا اور بڑے شفیق خاوند تھے۔ کہتی ہیں جب میں بیمار ہو کر طاہر ہارٹ میں داخل ہوتی تو وہاں بھی میرے ساتھ رہتے اور ہر لحاظ سے خیال رکھتے۔

پھر ان کی بیٹی یہ کہتی ہیں کہ کبھی ہماری امی سے اونچی آواز میں بات نہیں کی۔ ابو صرف ہمارے ابو نہیں تھے بلکہ ہمارے دوست بھی تھے۔ ہم ان سے ہر بات شیئر کر سکتے تھے۔ پھر کہتی ہیں کہ عام طور پر چھوٹے ہوتے میرے کمرے میں ہی نماز تہجد پڑھتے تھے۔ اس دوران مجھے ان کی یہ دعا اب تک یاد ہے جو وہ بار بار پڑھتے تھے کہ اے قادر و توانا! آفات سے بچانا

بچپن میں سونے سے پہلے ہمیں کہانیاں سناتے۔ جب سویڈن آتے تو میرے بچے چھوٹے تھے ان کو بھی کہانیاں سناتے اور ہمارے ابو ہمارے لیے دعاؤں کا خزانہ تھے۔ پھر ان کی ایک بیٹی کہتی ہیں کہ ان کی ساری عمر یہ روٹین (routine) تھی کہ صبح ناشتے کے بعد دفتر جاتے اور دوپہر دیر سے گھر آتے۔ عصر کے بعد دوبارہ دفتر جاتے اور عشاء کے بعد دیر سے گھر آتے۔ بچپن میں جب ہمیں کبھی Maths میں مدد کی ضرورت ہوتی تو ان

کے پاس بچوں کو پڑھانے کا صرف فجر کے بعد ایک گھنٹہ ہوا کرتا تھا۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے معائنہ کی تقریب کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کے بارے میں فرمایا، اس وقت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کارکنان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے تو جب بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان کو کہا کہ آپ میرے ہی پیالے میں میرے ساتھ کھانا کھالیں۔ مٹی کے پیالوں میں سالن دیا کرتے تھے۔ تو جو پیالہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے سامنے رکھا انہوں نے چودھری صاحب کو کہا آپ میرے ساتھ اسی پیالے میں کھائیں۔ آپ حقیقی معنوں میں وقف زندگی کا حق ادا کرنے والے تھے۔ کھانے پینے اور سونے کے علاوہ آپ نے صرف جماعتی کام کیا کوئی وقت ضائع نہیں کیا۔ پھر یہ بیٹی کہتی ہیں کہ جب میں چھوٹی تھی تو ایک بات انہوں نے مجھے سکھائی کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ میں پہلے ہتھیلی کھول کر یعنی ہاتھ پھیلا کر کسی سے کچھ لیتی تھی تو کہتے تھے ایسے نہیں لینا اشارے سے سمجھاتے تھے کہ اوپر سے پکڑنا ہے۔ ایسے انداز میں لینا چاہیے خواہ پیسے ہوں یا کچھ اور ہو۔ یہ بھی تربیت کا ایک اچھا طریقہ ہے۔ دنیاوی چیزوں سے ان کو بالکل محبت نہیں تھی۔ کہتی ہیں میں نے کبھی کسی اور شخص میں یہ خوبی نہیں دیکھی۔ کوئی جتنا بھی بڑا تحفہ ان کو دے دیتا ان کی آنکھوں میں کوئی چمک نہ ہوتی تھی۔ ان کی آنکھوں کی چمک اور دلچسپی صرف جماعتی کاموں میں ہوتی تھی۔ فون بیڈ کے پاس رکھا ہوتا تھا۔ چوبیس گھنٹے وہ ہر ایک کو فون پر available ہوتے تھے۔

پھر ان کی بڑی بیٹی لکھتی ہیں کہ اپنے بچوں پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی۔ ان کے جذبات اور احساسات کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی ہم پر اپنی ذات سے متعلق کوئی بوجھ نہیں ڈالا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ کر دو وہ کر دو۔ اپنے کام خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ ہر وقت ہماری مدد کرنے کی کوشش کرتے۔ میرے بچوں کو بھی پاس بٹھا کر سلسلہ کی باتیں سناتے۔ وقف کی برکات اور خلفاء کے ساتھ اپنے ایمان افروز واقعات سناتے۔ ان کی ہر بات بامقصد ہوتی اور اس کا ہم پر ایک مثبت اثر ہوتا۔

ان کے بیٹے نے بھی یہی لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ دو باتوں پر زور دیتے تھے کہ نمازیں اور خلیفہ وقت کا خطبہ کسی صورت میں miss نہیں کرنا چاہیے اور خلیفہ وقت نے جو بھی ارشاد فرمائے ہیں ان پر بھرپور عمل کرنا چاہیے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ کہا کرتے تھے تبلیغ کا ذریعہ اگر کوئی پیدا کرنا ہے تو کینیڈینز (Canadians) پر یہ اثر ڈالو کہ ان کو یہ احساس ہو کہ یہ شخص ہماری عزت بھی کرتا ہے اور ہم سے محبت بھی کرتا ہے۔

جمیل الرحمٰن رفیق صاحب وکیل التصنیف تحریک جدید لکھتے ہیں کہ چودھری صاحب سے ایک دیرینہ تعلق تھا۔ چودھری صاحب کے والد صاحب محمد بخش صاحب بڑے دین دار آدمی تھے، نیک خصلت تھے۔ یہی صفات چودھری صاحب میں منتقل ہوئیں اور پروان چڑھیں۔ ان کے والد محمد بخش صاحب چودھری فضل احمد صاحب کو دعوت الی اللہ کیا کرتے تھے۔ یہ ساٹھ ستر سال پہلے کی بات ہے اور ان کے والد کی وجہ سے چودھری فضل احمد صاحب نے احمدیت قبول کر لی اور پھر جمیل الرحمٰن صاحب کا جو مزید تعلق بنا تو کہتے ہیں کہ وہ اس وجہ سے تھا کہ چودھری فضل احمد صاحب پھر خاکسار کے خسر بنے اور اس تعلق کو پھر انہوں نے خوب نبھایا۔ اس کے علاوہ کہتے ہیں خاکسار کے استاد بھی تھے۔ جب خاکسار بی ایس سی میں تھا تو اس وقت mathematics میں ایم اے کر کے یہ آئے تھے۔ کچھ عرصہ انہوں نے ہمیں پڑھایا۔ بڑی دلجمعی سے پڑھایا کرتے تھے جس سے ہم لوگ بڑے متاثر ہوتے تھے۔ اصول کے بڑے پکے تھے لیکن شفقت کرنے والے تھے اور قابل امداد کارکنان کی درپردہ امداد کیا کرتے تھے۔ خدا کے فضل سے محنتی بہت تھے۔ طبیعت علمی تھی۔ خاص طور پر تاریخ اور جغرافیہ سے خوب واقف تھے اور اس کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ خدا کے فضل سے جماعتی اموال نہایت احتیاط سے خرچ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ چند الفاظ کی ایک چٹھی

کے لیے پورے سائز کے بجائے نصف کاغذ استعمال کیا کریں۔ ہر معاملے کی تہ تک پہنچتے۔ کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو اس کی جزئیات تک کا جائزہ لیتے اور پھر کوئی فیصلہ کرتے۔ یہ خوبی خدا کے فضل سے ان میں بہت نمایاں تھی۔

لئیق ناصر صاحب وکیل الدیوان کہتے ہیں کہ چودھری صاحب نے مجھے بیان کیا کہ خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ جب صدر خدام الاحمدیہ تھے تو چودھری صاحب کی بطور معاون اجتماع پر ڈیوٹی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کہا ذرا لنگر خانہ کی صورتحال دیکھ کر آئیں۔ (لنگر اجتماع پر بھی چلا کرتا تھا) دیکھ کے آؤ کھانا کس طرح پک رہا ہے۔ چودھری صاحب کہتے ہیں کہ میں چلنے لگا تو حضرت صاحب نے واپس بلالیا کہ لنگر کے جو انچارج ہیں وہ تو بہت سخت طبیعت کے ہیں۔ وہ تو تمہیں اندر نہیں گھسنے دیں گے۔ تم بغیر کسی اتھارٹی کے جارہے ہو اور بڑی عمر کے بھی ہیں۔ تو کہتے ہیں میں ان کا معاون تھا حضرت صاحب نے اپنا صدر خدام الاحمدیہ کا بَیج اتار کر مجھے لگا دیا کہ اب یہ اتھارٹی تمہارے پاس ہے کہ صدر خدام الاحمدیہ نے بھیجا ہے اور یہ اپنا بَیج لگا کر بھیجا ہے اور پھر جاؤ اور جا کے رپورٹ لے کر آؤ۔

جب میں نے تمام ناظران، وکلاء کو ایک دفعہ یہ کہا تھا، بعد میں بھی دو تین دفعہ کہا ہے، کہ باہر جماعتوں میں جائیں اور لوگوں کو ملیں اور میرا سلام پہنچائیں تو چودھری صاحب بھی دو دفعہ گئے۔ لکھنے والے کہتے ہیں کہ دو دفعہ میں ان کے ساتھ دورے پر سرگودھا گیا۔ ضلع سرگودھا ان کے سپرد تھا اور کوئی گھر انہوں نے نہیں چھوڑا، ہر گھر تک پہنچے اور جو شخص گھر میں نہیں ملتا تھا، پتہ لگتا تھا کہ وہ ڈیرے پر ہے یا کہیں کام پر گیا ہوا ہے تو آپ وہیں چلے جاتے اور ملاقات کرتے۔ بعض ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں گاڑی نہیں جاسکتی تھی تو بے شمار دفعہ کئی کئی کلومیٹر پیدل چل کر ان لوگوں تک سلام پہنچانے کے لیے پہنچے۔ پھر یہ بھی خاص عادت تھی ان کی کہ اطاعت اور تعمیل پوری کرنی ہے۔ جو پیغام میں نے دیا ہوا تھا وہ کئی دفعہ پڑھتے تھے اور کہتے یہ بھی مجھے ہدایت تھی کہ جب پیغام میں دینے لگوں لوگوں کو تو اگر کہیں میں غلطی میں الفاظ آگے پیچھے کر دوں تو مجھے ٹوک دیا کرو اور بتا دیا کرو کہ یہ الفاظ اس طرح ہیں۔ اس حد تک وہ particular تھے۔ پھر یہ کہا کرتے تھے کہ دفتری معاملات میں بھی ان کی ایک مستقل ہدایت تھی کہ جو بھی معاملہ ہو چھوٹا ہو یا بڑا ہو، غلطی بھی ہوگئی ہو تو خلیفۃ المسیح کو باخبر رکھنا ہے اور لازمی طور پر بات ان کے علم میں لائیں۔ اس سے دعا بھی ہو جاتی ہے اور اصلاح بھی ہو جاتی ہے۔ سادگی انتہا کی تھی دورے کے دوران بھی جماعت کو ہدایت تھی کہ کوئی پروٹوکول نہ ہو۔ جب کھانے کا وقت ہوا جہاں موقع ملا کھالیا۔ بعض دفعہ گاڑی میں بیٹھ کے کھانا کھالیا۔ بعض دفعہ گاؤں میں پھرتے ہوئے فصل میں کہیں کنارے پہ بیٹھ کے کھانا کھالیا۔ پھر بعض دفعہ اس دورے کے دوران بعض جماعتیں کہتیں کہ آج ہمارے سے کوئی خطاب کر دیں تو انکار کر دیا کرتے تھے کہ جس بات کا مجھے حکم ملا ہے فی الحال میں صرف وہی کروں گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا یہ ارشاد تھا قادیان والوں کو بھی، ربوہ والوں کو بھی کہ اپنے محلے کی مسجدوں میں نماز ادا کیا کریں۔ آخر وقت تک اس پر بھی کاربند رہنے کی کوشش کرتے رہے۔ اگر مسجد مبارک میں، مرکزی مسجد میں آتے بھی تھے تو کم از کم کوئی نہ کوئی نماز ضرور (محلہ کی مسجد میں) ادا کرتے تھے۔ رات کو بھی دفتر آتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ آپ شام کو دفتر آئے اور کوئی دفتر کھولنے والا نہیں ہوتا تھا تو آپ خود آکر دفتر کھولتے اور کام کرتے رہتے۔ یہ عادت آپ کو کالج کے دَور سے ہی تھی۔ ایک دلچسپ واقعہ کالج کے دور کا ہے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ تعلیم الاسلام کالج کے سٹاف روم میں شام کے وقت بیٹھے کام کر رہے تھے تو مددگار آیا اور ڈبہ دیا جس میں کھانے کی چیز تھی۔ کھولا تو اس میں بریانی تھی یا پلاؤ تھا۔ انہوں نے کہا یہ پرنسپل صاحب نے بھجوایا ہے۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تھے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ آپ وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بعد میں ان کو فرمایا کہ مجھے پتہ تھا کہ آپ اس وقت بیٹھے ہوں گے، اس لیے مددگار کو کہا کہ جاؤ وہاں جو کوئی بھی بیٹھا ہوا اس کو دے آؤ۔ جب بھی آپ کے گھر کوئی جاتا خود مہمان نوازی کرتے۔ اپنے

کارکنوں کو اپنے ماتحتوں کو بغیر تکلّف کے جو کچھ ہوتا پیش کر دیتے۔ لئیق عابد صاحب نے لکھا کہ چھوٹے چھوٹے معاملات میں بہت زیادہ احتیاط سے کام کیا کرتے تھے۔ کوئی بھی ڈرافٹ بل یا خط مکمل پڑھے بغیر سائن نہیں کیا کرتے تھے اور یہ بڑی ضروری چیز ہے افسروں کے لیے کہ بغیر دیکھے سائن نہ کیا کریں۔ وقت کی پابندی کرتے اور ہر کام وقت پر کرنے کی عادت اس قدر پختہ تھی کہ گویا وقت پر سوار ہوں اور جس طرف چاہیں اس کو موڑ لیں۔ اس قدر وقت کی پابندی کے باوجود ادب کے تقاضوں کا بہت لحاظ کرنے والے تھے۔ مسجد میں نماز کے لیے جاتے تو ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے اور گھڑی کی طرف نہیں دیکھتے تھے جیسا کہ عموماً لوگوں کا طریق ہوتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو نماز شروع کیوں نہیں ہوئی، گھڑیاں دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ جب بھی امام آیا اس وقت نماز پڑھ لی۔ باہر سے آنے والے جو مبلغین تھے ان کو نصائح کرتے۔ عموماً یہ نصائح کیا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں بیان ہونے والی تعلیمات پر عمل کریں، اسی طرح ہم ساری دنیا میں احمدیت کی ایک جیسی شکل بنا سکتے ہیں۔ سمیع اللہ سیال صاحب کہتے ہیں ہم نے اکٹھے میٹرک کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش ہوئے، وقف کی درخواست کی اور حضور نے وقف ازراہ شفقت قبول فرمایا۔ آخر وقت تک تقریباً اکہتر سال تک مختلف حیثیتوں سے خاکسار ان کے ساتھ رہا۔ اپنے اوصاف کے لحاظ سے وہ ایک عظیم انسان تھے۔ ایک ہمدرد، باہمت، ہمہ وقت دین کی خدمت کرنے والے اور خلافت سے بے پناہ عشق رکھنے والے وجود تھے۔ یہ بھی ان کی خصوصیت تھی کہ نئے آنے والے واقفین کی نہایت عمدگی سے تربیت کیا کرتے تھے (اور یہ بہت بڑی خوبی تھی اس لیے میں نے بھی بعض واقفین کو ان کے سپرد کیا کہ ان کی تربیت کریں اور انہوں نے بڑی اچھی طرح ان کی تربیت کی۔)

حلیم قریشی صاحب کہتے ہیں کہ انتظامی معاملات اور مالی معاملات پر بڑی سخت گرفت تھی۔ کبھی بد انتظامی برداشت نہ کرتے۔ مالی معاملات پر گہری نظر رکھتے اور قیمتوں کے بارے میں اَپ ڈیٹ لیتے رہتے۔ اگر کوئی بل آتا اور اس میں دس روپے بھی زائد ہوتے تو پوچھ گچھ کرتے کہ فلاں دکان پر اس چیز کی قیمت سو روپے ہے اور آپ نے ایک سو دس روپے خرچ کیے ہیں۔ امیر محمد قیصرانی صاحب انجینئر ہیں روٹی پلانٹ جلسہ سالانہ میں۔ کہتے ہیں کہ چودھری صاحب مشورے کو بے حد اہمیت دیتے تھے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل متعلقہ عہدے دار یا اس کام کے expert سے مشورہ ضرور کرتے تھے۔ ہر نیا قدم اٹھانے سے پہلے اس کا تفصیلی جائزہ لیتے تھے اور وسیع پیمانے پر مشورہ کرنے کے بعد ہی کسی نتیجہ پر پہنچتے تھے۔ جمعۃ المبارک کو جب عموماً دفاتر بند ہوتے ہیں تو اس وقت روٹی پلانٹ کے ٹرائل کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آخری ہفتہ میں تعطیل پر بھی اکثر دفتر جایا کرتے تھے۔ اس بارے میں اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو سمجھاتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے ہم نے یہ سیکھا ہے کہ جب کبھی بھی ذاتی زندگی میں کسی قسم کی پریشانی یا مشکل ہو تو جماعتی کاموں میں زیادہ وقت دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ خود ہی وہ پریشانی دور کر دے گا۔ راہ چلتے لوگوں سے بہت عزت اور پیار سے ملتے۔ ہر شخص سے اس کی دلچسپی کے موضوع پر بات کرتے۔ انجینئر صاحب کہتے ہیں کہ وفات سے قبل ایک میٹنگ میں تعمیراتی کام میں کچھ تاخیر ہونے پر خاکسار اور دیگر انجینئرز سے کچھ برہمی کا اظہار کیا تاہم اسی روز چھٹی کے بعد خاکسار کو فون کیا اور ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے بولے کہ آج میں نے شاید کچھ سخت الفاظ استعمال کر لیے تھے اس کی معذرت کرنے کے لیے فون کیا ہے اور خاکسار کا حال بھی دریافت کیا۔

حافظ مظفر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ خاکسار کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ریسرچ سیل کی تعمیر کی اصولی منظوری عطا فرمائی۔ چودھری صاحب سے ملنے کی ہدایت عطا فرمائی اور اس وقت موصوف نے تعمیل ارشاد میں دو مجوزہ مقامات میں سے جامعہ میں یہ دفتر تعمیر کروا کے دیا۔ دوران مشاورت فرمایا کہ آپ لوگوں نے آگے بھی جماعتی کام کرنے ہیں۔ ایک تو ہمیشہ سلسلہ کی آئندہ ضروریات مدّ نظر رکھنی چاہئیں۔

دوسرے قناعت اور کفایت کا اصول بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور شوقیہ بڑی آفس ٹیبل یا آرام دہ کرسی کے بجائے حسب ضرورت مناسب فرنیچر تیار کروانے پر توجہ دلائی۔

ماجد طاہر صاحب وکیل التبشیر لندن لکھتے ہیں کہ آپ کے وقت کا ہر لمحہ خدمت دین میں گزرا۔ مختلف دفتری معاملات کی کارروائی میں جو بھی خلیفہ وقت کی طرف سے ارشادات ہوتے چوہدری صاحب کو پہنچائے جاتے تو فوری طور پر بلا تاخیر ان پر کارروائی فرماتے۔ کئی دفعہ رات کے وقت ارشاد ملتا اور چوہدری صاحب اس ارشاد کی تعمیل کے لیے دفتر آجاتے اور پھر تعمیل کر کے گھر جاتے۔ یقیناً آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، کھڑے ہونا، چلنا، بولنا اور خاموش رہنا خلیفہ وقت کے ماتحت تھا۔ جو لوگ قواعد کو خلیفہ وقت کے کہنے سے بھی زیادہ اوپر سمجھتے ہیں اور لکھتے ہیں جی جماعت کے قواعد لکھے گئے انہی پر عمل ہونا چاہیے، ان کو ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ جو خلیفہ وقت ہدایات دیتے ہیں اور جو ارشادات فرماتے ہیں ان پر عمل کریں یہی آپ کے لیے قواعد ہیں۔ اور ویسے بھی قواعد میں ایک اوور رولنگ کلاز (over ruling clause) یہ موجود ہے۔

مبشر ایاز صاحب پرنسپل جامعہ ربوہ لکھتے ہیں کہ جماعتی روایات اور تاریخ کا ایک انسائیکلوپیڈیا تھے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ جتنا بھی موقع ملا ایک چیز جو محسوس ہوئی وہ ان کی گرفت اور احاطہ تھا جو ان کے متعلقہ کاموں میں ہوتا تھا۔ کہتے ہیں میں اپنے بعض ساتھیوں کو کہا کرتا ہوں کہ چوہدری صاحب جامعہ کے حوالے سے میٹنگ کریں تو وہ ہمیں یہ بھی بتا دیں گے کہ تمہارے جامعہ میں اتنی سیڑھیاں ہیں، اتنے پودے ہیں اور فلاں فلاں جگہ پر یہ کمی ہے یا یہ پودا لگا ہوا ہے۔ بڑی گہرائی سے ہر چیز کو دیکھا کرتے تھے۔ وہ جس معاملے پر میٹنگ لے رہے ہوتے تھے اس کی تمام تر تفصیلات کو اس کی جزئیات سمیت جانتے ہوتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے بھی ایسی ہی توقعات رکھتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ربوہ کی ساری تاریخ تو گویا ان کی آنکھوں اور قلب و ذہن پر نقش تھی۔ چند ماہ قبل مجھے چوہدری صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے عرض کیا کہ ربوہ کے بعض تاریخی مقامات کے بارے میں بعض پرانے بزرگوں کی بتائی ہوئی باتوں میں کبھی اختلاف سامنے آتا ہے آپ اس کی نشاندہی کروا دیں جس پر انہوں نے کئی باتیں خاکسار کو بتائیں اور تفصیل سے بتایا کہ فلاں فلاں شخص بتا سکتا ہے لیکن اب فلاں کی یادداشت میں کچھ کمزوری ہے، ایسا کرو کہ فہرست بنا کر مجھے بھیج دو پھر تمہارے ساتھ جا کر جتنا مجھے یاد ہو گا بتا دوں گا۔ کہتے ہیں ان کی عاجزی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ خود چائے بنا کر ہمیشہ مجھے دیا کرتے تھے۔ عاجزی اور انکساری کا ایک اَور واقعہ کہتے ہیں کہ چند سال پہلے قادیان جلسہ پر گئے وہاں لنگر خانے کے نائب نگران محفوظ الرحمٰن صاحب تھے۔ ہم کھڑے باتیں کر رہے تھے تو چوہدری صاحب کا وہاں سے گزر ہوا۔ سلام علیک ہوئی۔ کہتے ہیں اس کے بعد محفوظ صاحب ایک بڑی خاص قلبی کیفیت میں مجھے بتانے لگے کہ چوہدری صاحب عجیب سادہ مزاج آدمی ہیں۔ کہتے ہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس آئے کہ محفوظ صاحب کچھ کھانا ہے؟ جلدی سے کھانا لگا دیں میں ایک میٹنگ سے آیا ہوں اور کوئی پندرہ بیس منٹ تک دوبارہ ایک میٹنگ میں جانا ہے۔ کہتے ہیں کھانے کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ میں نے کہا اچھا فرج میں پڑا ہوا کھانا ہے وہ میں گرم کر کے لاتا ہوں تو آپ اتنی دیر میں جا کر تیار ہو کر آجائیں۔ فریش ہو کے آجائیں۔ تو خیر کہتے ہیں میں کھانا گرم کرنے لگا۔ کھانا گرم کر کے جب میں لے کے آیا تو وقت کافی ہو گیا تھا۔ دیکھا کہ چوہدری صاحب کیونکہ وقت کے پابند تھے، وقت پہ میٹنگ پہ جانا تھا اور لگ رہا تھا کہ آپ کھانا کھائیں گے تو لیٹ ہو جائیں گے تو اس سے پہلے ہی ان کو دیکھا کہ ڈائننگ ٹیبل پر جو روٹی کے بچے کھچے ٹکڑے تھے وہ اکٹھے کر کے اور بچی ہوئی دال یا جو بھی سالن تھا اس کے ساتھ کھانا تقریباً ختم کر چکے تھے اور پورے وقت پر میٹنگ کے لیے چلے گئے اور چہرے پر کسی قسم کی ناگواری کے کوئی آثار نہیں تھے کہ تم بڑا لیٹ کھانا کیوں لائے ہو؟ کیا وجہ ہے؟ وہی روٹی کے ٹکڑے کھا لیے اور دال جو بچی ہوئی تھی وہ کھا لی یا جو بھی ڈش میں یا پلیٹوں میں تھی اور چلے گئے۔ چوہدری صاحب کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی بڑا وسیع تھا۔ یوں لگتا تھا کہ مستقل طور پر ان کتب کو اپنے زیر مطالعہ رکھتے ہیں اور

صرف مطالعہ کی حد تک نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حسابی طور پر ایک خاص نظر تھی اس نظر سے بھی کتابوں کو دیکھتے تھے تو غلط نہیں ہو گا۔ ایک ایک بات کا تجزیہ کیا ہوتا تھا اور جو سوال اس پر ہوتے تھے ان کو حل کیا ہوتا تھا یا حل کرنے کی کوشش کی ہوتی تھی اور یہ نصیحت دوسروں کو بھی کرتے تھے کہ جب بھی کتاب پڑھو تو ایک ایک فقرے پر نظر رکھو اور جہاں کوئی سوال پیدا ہو اس کو حل کرنے کی کوشش کرو۔

مبارک صدیقی صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب لندن تشریف لائے تو میں (حضور) نے ان کو اجازت دی کہ ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس والوں کے ساتھ میٹنگ کر لیں، ایک نشست رکھ لیں۔ کہتے ہیں میں نے جاکے چودھری صاحب کو عرض کیا کہ یوں خلیفۃ المسیح نے کہا ہے۔ خیر وہ آئے تو میں نے وہاں ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا لمبا عرصہ خدمات کی توفیق دی ہے۔ بڑے اعزازات سے نوازا ہے، ہمیں اس کامیابی کا راز بتائیں، کوئی نصیحت فرمائیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ایک ہی راز ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے علم اور اپنی عقل کو کچھ نہ سمجھیں اور آنکھیں بند کر کے خلیفہ وقت کی اطاعت کریں۔ ایسی اطاعت ہو کہ آپ کا دل گواہی دے کہ میں نے اطاعت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

مرزا جواد صاحب لکھتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی ایک روایت سناتے تھے کہ ایک دفعہ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے چودھری صاحب کو بتایا کہ پارٹیشن سے قبل جلسہ کے موقع پر جو باقاعدہ ایک ہفتہ کی ڈیوٹیز لگتی تھیں اس پورے عرصہ میں تمام ڈیوٹی دینے والوں کو صرف ایک بار ایک چائے کی پیالی بطور ریفریشمنٹ ملتی تھی۔ چنانچہ ایک خادم کارکن خوشی خوشی چائے لے کر اپنی رہائش گاہ پر آیا۔ (باقی تو کھانا جو لنگر میں پکتا تھا وہی ہوتا تھا۔ چائے صرف ایک دفعہ کارکن کو مل رہی ہے۔) تو ایک کارکن چائے لے کر اپنی رہائش گاہ میں آیا تو ساتھ بستر میں موجود مہمان سمجھا کہ شاید میرے لیے چائے لے کے آیا ہے۔ کارکن جب اندر کمرے میں داخل ہوا وہاں مہمان لیٹا ہوا تھا وہ سمجھا کہ شاید میرے لیے چائے لے کر آیا ہے۔ مہمان نے خادم سے سوال کے رنگ میں پوچھ لیا کہ کیا میرے لیے چائے لائے ہو؟ تو خادم نے بغیر کوئی احساس دلائے وہ چائے مہمان کو دے دی اور چودھری صاحب کہتے تھے کہ حضرت خلیفہ ثالثؒ یہ واقعہ بیان کر کے ڈیوٹی دینے والوں کے ایثار کا ذکر فرماتے تھے کہ کیسے ڈیوٹی والے ہر حالت میں قربانی کر کے مہمانوں کا خیال رکھتے تھے۔ چودھری صاحب کہتے کہ دیکھو ایک وہ دَور تھا کہ ہفتے بھر کی ڈیوٹی میں یہ ایک ریفریشمنٹ ہوتی تھی کہ چائے کا کپ ملے گا اور وہ بھی ڈیوٹی کے دوران قربان کرنا پڑتا تھا اور ایک آج کا دور ہے کہ خدا تعالیٰ نے جماعت کو مالی لحاظ سے اس قدر نوازا ہے کہ ہر چھوٹی میٹنگ میں بھی چائے پیش ہونا ایک عام سی بات ہو گئی ہے چنانچہ خدا کے ان فضلوں کا ادراک ہونا چاہیے اور ہمیشہ جماعتی اموال کو احتیاط کے ساتھ فضول خرچی سے بچتے ہوئے خرچ کرنا چاہیے۔

بہر حال باتیں تو بے شمار اَور بھی ہیں یہ چند ایک مَیں نے لی تھیں۔ اور تو لمبا ہو جائے گا۔ یہیں مَیں ختم کرتا ہوں اور جو بھی باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے بارے میں جو خصوصیات بیان ہوئی ہیں ان میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ بے شمار باتیں جو لوگوں نے لکھی ہیں بعض اتنی زیادہ تھیں کہ میں بیچ میں سے لے بھی نہیں سکا اور بلکہ بعضوں کو پڑھ بھی نہیں سکا۔ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی شخصیت تھے۔ درویش صفت تھے اور انتہائی محنت کرنے والے تھے۔ ان کے ساتھ میں نے بھی کام کیا ہے اور بڑے نرم انداز میں یہ کام سکھایا بھی کرتے تھے۔ پھر جب ناظر اعلیٰ بنا ہوں تو اس وقت بھی یا امیر مقامی تو اس وقت بالکل ان کا اَور رویہ ہو گیا۔ نہایت اطاعت کے ساتھ انہوں نے وہ وقت بھی گزارا اور خلافت کے ساتھ تو پھر انتہائی وفاداری کے ساتھ ایک احمدی کی حیثیت سے ایک کارکن کی حیثیت سے بیعت کا حق ادا کرنے والے کی حیثیت سے اپنے تمام حق ادا کیے۔ خلیفۂ وقت کی ہر آواز کو اور ہر حکم کو بڑی سنجیدگی سے لیا اور لفظاً نہیں بلکہ حرفاً حرفاً اس پر عمل کیا۔ کبھی کوئی تاویلیں نہیں دیں کہ اس کی یہ تاویل ہوتی ہے یا یہ تاویل ہوتی ہے۔

جامعہ جونیئر سیکشن ایک زمانے میں علیحدہ ایک عمارت تھی۔ مَیں نے ان کو کہا کہ میرا خیال ہے کہ زائد خرچ ہے، ضرورت بھی نہیں ہے اس کو

اب بڑے جامعہ میں، سینئر سیکشن میں مدغم کر دیا جائے تو اس وقت ان کی کچھ reservations تھیں، کچھ اَور بزرگوں کی بھی تھیں۔ میں نے رائے مانگی تھی تو انہوں نے اپنی رائے دی کہ نہیں ہونا چاہیے لیکن بعد میں جب مَیں نے فیصلہ کر دیا تو بغیر کسی چون وچرا کے فوری طور پر اسی وقت عمل درآمد کروا کے، میرا خیال تھا کہ چند دن لگیں گے، چوبیس گھنٹے کے اندر اندر اس پر عمل درآمد کروا کے مجھے رپورٹ بھی دے دی کہ یہ سب کچھ ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور خلافت کو ان جیسے سلطان نصیر ملتے رہیں۔ حالات کے متعلق بھی دعا کرتے رہیں۔ پاکستان کے حالات اللہ تعالیٰ جلد بدلے اور وہاں احمدیوں کو آزادی سے اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا ہو۔

دوسری اہم بات یہ بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کورونا کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس میں احمدی بھی احتیاط کا جو حق ہے وہ نہیں ادا کر رہے۔ نہ یوکے میں نہ امریکہ میں نہ پاکستان میں نہ کسی اَور ملک میں۔ پوری طرح احتیاط کرنی چاہیے۔ ماسک وغیرہ پہننا چاہیے۔ ماسک پہنا ہوتا ہے تو ناک ننگا ہوتا ہے حالانکہ ناک ڈھکا ہونا چاہیے۔ یا گردن کے اوپر ماسک رکھا ہوتا ہے تو اس ماسک پہننے کا فائدہ کیا؟ پھر آپس میں قریب ہو کے ملنا، سوشل ڈسٹینسنگ (social distancing) نہیں رکھتے اور جو قواعد گورنمنٹ نے مقرر کیے ہوئے ہیں حکومت نے باتیں بتائی ہوئی ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ تو ان ساری باتوں پہ ہمیں عمل کرنا چاہیے۔ نہیں تو یہ وبا اسی طرح پھر ایک دوسرے سے پھیلتی چلی جائے گی۔ اور یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ آج کل کم سے کم سفر کریں۔ بلاوجہ غیر ضروری سفر کو avoid کریں۔ یورپ سے پاکستان جانے والے بھی احتیاط کریں، آج کل نہ ہی جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ اس وبا کو جلد دور کرے اور جو احمدی بیمار ہیں ان کو بھی اور جو احمدی نہیں ہیں دوسرے لوگ بھی جو بیمار ہیں ان کو بھی شفا عطا فرمائے۔ نمازوں کے بعد مَیں ان شاء اللہ چودھری صاحب کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹر نیشنل 5/مارچ 2021ء صفحہ 5 تا 10)

مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب۔ مکرم میجر عبد الوحید ظفر صاحب۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب

## اُذْکُرُوا مَوْتَاکُمْ بِخَیْرٍ

# پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب مرحوم

(از پروفیسر مکرم چوہدری حمید احمد صاحب۔ سرپرست تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی)

موت تو ایک حقیقت ہے جس سے کوئی بچ نہیں سکتا مگر جب کوئی پیارا ہم سے جدا ہوتا ہے تو دکھ ہوتا ہے جو دعاؤں میں بدل جاتا ہے۔ جانے والے کے لئے بھی اور خود اپنے لئے بھی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جدا ہونے والوں کو اچھے رنگ میں یاد کرتے رہا کرو۔ میں جس وجود کا ذکر کرنے جا رہا ہوں اس کی خدمات کا ذکر تو احسن رنگ میں ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ ان کے رحلت کے بعد آنے والے پہلے ہی جمعہ میں فرما دیا تھا۔ جو اس المنار میں اوپر پیش کر دیا گیا ہے۔

پیشتر اس کے کہ میں ان کے ان احسانات کا ذکر کروں جو میری ذات پر ان کے ہوتے رہے میں اختصار کے ساتھ ان کی تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن کے ساتھ دلچسپی اور رہنمائی اور عملی مدد کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ ان کا میرے دوستوں کو بھی علم نہیں۔ یہ تو سب دوستوں کو علم ہے کہ جرمنی میں ہماری ایسوسی ایشن کا پہلا اجلاس حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر وفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔ اس کے بعد جب بھی ان سے بات ہوتی تو پوچھتے کہ ایسوسی ایشن کیسے چل رہی ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم پر کالج کے جو احسانات ہیں ان کے تشکر کے طور پر ہم ہر سال کچھ مالی امداد پاکستان کے غریب طلباء کے مدد کے لئے پیش کیا کریں گے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کی منظوری بھی عطا فرما دی ہے، بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد خاکسار ہر سال باقاعدگی سے ان کو بتاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر رقم پیش کرنے کی توفیق دی ہے۔ ایک موقع پر جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا کہ المنار بھی جاری کر دیں تو مجھے فکر ہوئی کہ ہمارے لئے یہ مشکل کام ہوگا۔ میں نے چوہدری صاحب سے اپنے اس فکر کا اظہار کیا تو فرمانے لگے فکر کرنے کی ضرورت نہیں جو کرنا ہے مجھے بتا دو میں یہاں سے تیار کر کے بھجوا دوں گا۔ خاکسار نے اخراجات کا اندازہ دریافت کیا تو کہنے لگے کوئی خرچ نہیں ہوگا یہ ہماری طرف سے ایسوسی ایشن کو تحفہ ہوگا۔ اس کے بعد جب بھی ہم رسالہ چھپواتے تو مرکز کے بزرگوں کے ساتھ چوہدری صاحب کو بھی ارسال کیا جاتا۔ ایک موقع پر جب ہم نے فیصلہ

کیا کہ ڈاکٹر محمد عبد الہادی کیوسی مرحوم کی یاد میں المنار کا سپیشل نمبر شائع کیا جائے جس کے لئے ضرورت تھی کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ربوہ اور قادیان کے سفروں کی تفاصیل معلوم کی جائیں تو میری درخواست پر مکرم چوہدری صاحب نے تمام ریکارڈ جمع کروا کر چند ہی روز میں بھجوا دیا۔ اسی طرح ایک موقع پر میری خواہش ہوئی کہ تعلیم الاسلام کالج کی تاریخ پر مبنی ایک souvenir تیار کر کے شائع کیا جائے۔ اس تجویز کا ذکر کرنے پر میرے بھائی نے کمال محنت کر کے اور پرانے اخبارات کا مطالعہ کروا کر لاتعداد تصاویر اور تقاریر بھجوا دیں جو میرے پاس موجود تو ہیں اور خاکسار نے اس پر کسی قدر

کام بھی کیا ہے لیکن اس منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔ ان امور کے علاوہ بھی ہر مرحلہ پر ہماری ایسوسی ایشن کے معاملات میں گہری دلچسپی لیتے اور رہنمائی فرماتے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

حضرت خلیفہ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی انتظامی صلاحیتوں کو پہچانتے تھے اور ان کے سپرد بڑی اہم انتظامی ذمہ داریاں کرتے۔ کالج کے ابتدائی دور میں پہلے ان کو محترم پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب مرحوم جو کالج کے چیف پراکٹر تھے کے ساتھ پراکٹر مقرر فرمایا۔ جماعتی امور میں پہلے ناظم مکانات کی اہم ذمہ داری سونپی اور بعد میں افسر جلسہ سالانہ کے اہم ترین عہدہ پر فائز فرمایا۔ ان کی دیگر جماعتی خدمات کا ذکر تو تفصیل کے کو حضور ایدہ اللہ فرما چکے ہیں۔ میں ان کی سلسلہ سے وفا اور ذاتی ذہانت کا ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ان کو دار الضیافت کی ذمہ داری دی گئی تھی۔ ایک بار میں نے نائیجیریا سے چھٹی پر چند دن کے لئے پاکستان آنے کا ذکر کیا تو کہنے لگے اگر چند دن ہی ٹھہرنا ہے تو کیوں گھر کی صفائی کی تکلیف کروگے یہاں دار الضیافت میں رہ لو۔ چنانچہ مجھے دار الضیافت میں ہی ایک ائیر کنڈیشنڈ کمرہ دے دیا۔ باتوں باتوں میں مَیں نے کہا کہ اس کمرے کا کیا کرایہ ہے تو کہنے لگے یہ حضرت مسیح موعود کا مہمان خانہ ہے۔ ہم مہمانوں سے کوئی کرایہ نہیں لیتے۔ میں نے کہا پھر اس پر تو صدر انجمن کا بڑا روپیہ خرچ ہوتا ہوگا۔ کہنے لگے ہم نے اس کو بوجھ جماعت پر نہیں ڈالا۔ ہمارے اکثر مہمان خود ہی جانے سے پہلے اس قدر donation دے جاتے ہیں کی ہماری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اور نیک نامی الگ۔

کالج میں بطور استاد ان کا مختصر ذکر کروں تو، اگرچہ وہ خاموش طبع تھے مگر ریاضی کے ماہر ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔ اپنے شاگردوں سے بے انتہا محبت سے پیش آتے اور ان کے لئے دعائیں کرتے۔ خاص طور پر جو طلباء نمایاں طور پر ذہین اور محنتی ہوتے ان پر خاص توجہ دیتے۔ ایک دو طلباء کے متعلق مجھے یاد ہے ان کی سٹاف روم میں بھی تعریف کرتے۔ ایک تو عزیزم ظفر اللہ تھے جو اب خدا کے فضل سے پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ بن کر امریکہ میں ریٹائرز زندگی گزار رہے ہیں دوسرے فضل احمد ہیں جن کا مجھے علم نہیں اب کہاں ہوتے ہیں۔

نیز میں یہاں مرحوم کے ان احسانات کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں جو وہ بطور رفیق کار اور بطور دوست خاکسار پر عمر بھر کرتے رہے۔ میرا تعارف تو برادرم چوہدری حمید اللہ صاحب کے ساتھ 1953 میں ہوا جب وہ ابھی طالب علم ہی تھے اور میں بھی تعلیم الاسلام کالج لاہور میں داخل ہوا۔ مگر گہری دوستی کا رشتہ 1959 میں شروع ہوا جب میں ربوہ کالج کے ٹیچنگ سٹاف میں شامل ہوا۔ اس وقت سے ان کی محبتوں اور احسانوں کا سلسلہ شروع ہوا جو وفات تک جاری رہا۔ چوہدری حمید اللہ صاحب میرے والد مرحوم کی بطور شاگرد ایسا احترام کرتے تھے جیسا ایک باپ کا ہوتا ہے۔ اور میرے والد مرحوم بھی ان سے اپنے بچوں جیسا پیار کرتے تھے۔ اس تعلق نے ہمارے درمیان محبت کے رشتہ کو مزید گہرا کر دیا تھا۔ زندگی کے ہر معاملہ میں ہر قدم پر میری صرف رہنمائی ہی نہیں کی بلکہ عملی مدد بھی۔ سب سے پہلا موقع میری شادی کے انتظام کا آیا اور ابا جان نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں میں سب کچھ کرلوں گا۔ اور اپنا وعدہ کما حقہ نبھایا۔ میرے پاکستان سے باہر چلے جانے کے بعد وہ میرے والدین کا بیٹوں کی طرح خیال کرتے رہے۔ میرے بچوں کے عقیقوں کے تمام تر انتظامات وہ خود ہی کرتے رہے اور میں بطور مہمان ہی شامل ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ فون پر ہفتہ عشرہ میں کم از کم ایک بار بات ہو جاتی تھی۔ میری آخری مختصر گفتگو ہسپتال جانے سے ایک دن قبل ہوئی۔ معمولی سی کھانسی کر رہے تھے مگر فکر مند نہیں تھے۔ ہسپتال میں آخری چند دن بے ہوشی طاری رہی۔ مجھے مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب نے بتایا کہ بے ہوش ہونے سے چند لمحے پہلے آخری بات ان سے ہوئی جس میں کہا:

**"تمام دوستوں کو میرا سلام کہہ کر دعا کے لئے کہیں"**

میں ان کا ذکر اس دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے۔ آمین۔

خاکسار چوہدری حمید احمد

# قراردادِ لاہور ؎ وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

2021/03/23 ابو نائل (بشکریہ۔ہم سب)

آج ہم یوم پاکستان منا رہے ہیں۔23مارچ 1940 کو قرارداد لاہور پیش کی گئی اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی منزل کا تعین کیا۔سب جانتے تھے کہ ہندوستان کی آزادی کے دن قریب آ رہے ہیں۔ مسلمانوں نے اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ فیصلے کرنا تھے۔کانگرس ان کے خدشات دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور مسلم لیگ کی مرکزی کونسل بھی سر جوڑ کر بیٹھی تھی۔

مسلم لیگ کے اجلاس سے کچھ روز قبل رام گڑھ میں کانگرس کا سالانہ اجلاس ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کو کانگرس کا صدر منتخب کیا گیا۔ مولانا آزاد نے بہت قابلیت سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔اور یہ تسلی دی کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں کوئی خوف نہیں ہو گا کیونکہ ہندوستان میں نو کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ان کی ایک اپنی تاریخ ہے وہ کوئی چھوٹی موٹی اقلیت تو نہیں کہ کوئی انہیں دبا لے۔اتنے بڑے گروہ کو کیا خوف ہو سکتا ہے؟

آج پاکستان سے زیادہ تعداد میں مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔ آج کے ہندوستان کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ نہ جانے مولانا آزاد کے خیالات کا ہندوستان کہاں کھو گیا؟ان سے قبل بدرالدین طیب جی، رحمت اللہ محمد سیانی، نواب سید محمد بہادر، سید حسن امام اور مولانا محمد علی جوہر کانگرس کی صدارت کر چکے تھے۔ لیکن مولانا آزاد کے بعد بچھتر برس گزر گئے ایک بھی مسلمان کانگرس کی صدارت کے عہدے پر فائز نہ ہو سکا۔

1940 میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب وائسرائے لارڈ لینلتھگو کی وائسرائے کونسل میں وزیر تھے۔ جب مارچ میں وائسرائے نے اس وقت کے سیاسی منظر پر ان کی رائے مانگی تو انہوں نے ایک طویل میمورنڈم لکھ کر بھجوایا۔جو کہ وائسرائے نے برطانیہ کی مرکزی حکومت کو بھی بھجوایا۔اس میں انہوں نے یہ رائے دی کہ تاریخی طور پر ہندوستان ایک متحد ملک نہیں رہا تھا۔ اسے انگریزوں نے اپنے انتظامی مقاصد کے لئے ایک ملک بنایا تھا۔ اور پھر اس میں سے برما کو علیحدہ ملک قرار دیا گیا۔کانگرس کی صوبائی حکومتوں کے دور میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے، اس سے یہی

نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کو تین علیحدہ ممالک یعنی شمال مغربی ہندوستان، بنگال اور باقی ہندوستان کی صورت میں آزاد کیا جانا چاہیے۔ اس کے بغیر ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

وائسرائے نے 5 مارچ کو وزیر ہند لارڈ زیٹلینڈ کو خط میں اس میمورنڈم کے بارے میں لکھا کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے مجھے ایک نوٹ لکھا ہے اور اس سے لگتا ہے کہ موجودہ حالات ظفر اللہ خان کے متوازن ذہن پر بھی اثر انداز ہوئے ہیں۔اور یہ تجویز ایک انتہائی نقطۂ نظر معلوم ہو رہی ہے۔12 اپریل کو وائسرائے نے دوبارہ وزیر ہند کو لکھا کہ ظفر اللہ خان نے اپنی تیار کردہ دستاویز جناح کو بھجوا دی ہے۔ مسلم لیگ اپنے اگلے اجلاس میں اس تجویز کو منظور کرے گی۔[یہ خطوط برٹش لائبریری میں محفوظ ہیں]۔

بہر حال چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے اس میمورنڈم میں جہاں تقسیم برصغیر کی تجویز دی تھی وہاں مذہبی آزادی کے تحفظ کے بارے میں لکھا تھا کہ ہم اس تجویز کی بھرپور حمایت کرتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلی کو مذہبی معاملات میں مداخلت کے قوانین بنانے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔کسی قانون اسمبلی کو یہ اختیار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ مذہبی معاملات میں مداخلت کرے۔چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مسلک کے اعتبار سے احمدی تھے۔ابھی وہ زندہ تھے کہ پاکستان کی اسمبلی نے احمدیوں کو قانون اور آئین کی اغراض کے لئے غیر مسلم قرار دینے کی آئینی ترمیم منظور کی تھی۔[پاکستان ٹائمز 23 جنوری 1982]

جب لاہور میں مسلم لیگ کے اجلاس میں بنگال کے مولوی فضل الحق

صاحب نے یہ قرارداد پیش کی تو انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہندوستان کے مسلمان کسی ایسی سکیم کو قبول نہیں کریں گے جو ان کی رضامندی کے بغیر ان پر مسلط کی جائے۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو ہم ایسے آئین کو ناقابل عمل بنا دیں گے۔ مولوی فضل الحق صاحب کو اندازہ نہیں تھا کہ اسی ملک میں جس کا وہ خواب دیکھ رہے تھے ایک جرنیل یعنی جنرل ایوب خان عوام کی رضامندی کے بغیر پورا کا پورا آئین بنا کر نہ صرف بنگال بلکہ پورے پاکستان پر مسلط کر دے گا۔ اور جب یہ آئین اپنی موت مرے گا تو ایک اور جرنیل یعنی جرنل آغا محمد یحیٰی خان منتخب لیڈر کو اس لئے اقتدار منتقل نہیں کرے گا کیونکہ وہ بنگالی ہے اور بنگال کے منتخب نمائندوں کو برطرف کر کے جعلی ممبران اسمبلی کو زبردستی بنگال پر مسلط کرنا شروع کر دے گا۔ آخر یہ نتیجہ نکلے گا کہ بنگال پاکستان سے علیحدہ ہو جائے گا۔

اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں ایک نام مسلم لیگ بلوچستان کے صدر قاضی محمد عیسیٰ صاحب کا بھی تھا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ان صوبوں کے مسلمانوں کو، جنہوں نے اس تجویز کے مطابق ہندوستان کا حصہ بننا تھا مخاطب کر کے کہا کہ ہم آپ کی مکمل حمایت جاری رکھیں گے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تو کیا مدد یا حمایت کرنی تھی، قاضی عیسیٰ صاحب کو یقینی طور پر اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ ان کے خوابوں کے ملک میں ان کے اپنے صوبے پر بار بار فوج کشی کر کے ان کے سیاسی لیڈروں کا قتل کیا جائے گا۔ اور اغواء ہونے والوں کا کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ ان کا اپنا بیٹا یعنی فائز عیسیٰ صاحب سپریم کورٹ کا جج ہونے کے باوجود عدالت میں کھڑا ہو کر انصاف کی دہائی دے گا۔

پاکستان کی بنیاد رکھنے والے، سیاست میں خواتین کے کردار، سے غافل نہیں تھے۔ اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں ایک نام بیگم صاحبہ مولانا محمد علی کا بھی تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس بات پر مسرت ہے کہ مسلمان عورتوں کو سیاست کے میدان میں کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ یقینی طور پر اس محترم خاتون کو اندازہ نہیں تھا کہ اس ملک کے بننے کے ستر برس بعد بھی گھریلو تشدد کا اتنا راج ہو گا کہ خواتین میں سے پچاس فیصد کو اپنے گھر میں تھپڑوں سے، پچیس فیصد کو مکوں سے اور ستائیس فیصد کو ٹھڈوں سے نوازا جائے گا۔ ملک کی ایک خاتون نے وزیر اعظم بننے کی غلطی کی تو اسے دہشت گردوں نے اگلے جہاں پہنچا دیا۔ (27-Pak J Med Sci Vol 19 no 1 p 24)

ہم نے 23 مارچ 1940 کو جس قسم کے ملک کے خواب دیکھے تھے وہ خواب پورے نہیں ہوئے۔ ہمیں اپنی منزل کیوں نہیں ملی؟

جب کوئی قوم اپنی منزل کا تعین کرتی ہے تو اسے پانے کے لئے کچھ اصولوں

All-India Muslim League Working Committee session in Lahore 1940

پر قائم رہنا پڑتا ہے۔ ہم نے جن اصولوں کا اعلان 23 مارچ 1940 کو کیا تھا ان پر قائم نہیں رہ سکے۔ 23 مارچ کو قائد اعظم محمد علی جناح نے ان الفاظ میں ان میں سے ایک اہم اصول کا اعلان کیا تھا:

"میرا ہمیشہ یہ عقیدہ رہا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ درست ہے کہ کوئی حکومت اقلیتوں میں احساس تحفظ اور اعتماد پیدا کیے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کوئی حکومت کامیاب نہیں ہو سکتی جس کی حکمت عملی اور اور پروگرام اقلیتوں کے ساتھ غیر منصفانہ اور ظالمانہ ہو۔ ایک نمائندہ حکومت کی کامیابی کی کسوٹی یہ ہے کہ اقلیتوں کو احساس ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ عادلانہ اور منصفانہ برتاؤ کیا جائے گا۔"[تاریخ آل انڈیا مسلم لیگ ص 697]

**یہ وہ اصول تھا جو قائد اعظم نے بیان فرمایا تھا۔ اور یہ وہ کسوٹی تھی جس پر پاکستان کی حکومتوں کو پرکھنا چاہیے۔ کیا آج کا پاکستان اس معیار پر پورا اترتا ہے؟ اگر ہم اس اصول پر قائم نہیں رہ سکے تو کامیاب کیسے ہو سکتے تھے؟**

# وقتِ دُعا

نہ روشن ضمیری نہ روشن نگاہی
وطن کے یہ رہبر ہیں کیا یا الٰہی

سیاست ہو جنکی شیاطیں کے تابع
نہیں اُنکی خاطر کوئی بھی مناہی

بِٹھائے ہوئے ہوں جو پہلو میں مخبر
پریشان رہتے ہیں ان کے سپاہی

ہے بحرِ ہوس میں مسلسل تلاطم
کھڑی بے کسوں کے ہے سر پر تباہی

یہ نادان پھر بھی بچھاتے ہیں پلکیں
نکلتا ہے جب ناز سے اَسپِ شاہی

ہیں رستوں سے واقف نہ منزل کے طالب
بصیرت سے عاری یہ ظلمت کے راہی

سرِ دار جاؤں گا میں سر اُٹھا کر
عیاں ہو گی سب پر مری بے گناہی

اُنہیں بے حسّی کی سزا وقت دے گا
مرے حق میں دے گا مؤرخ گواہی

اُنہیں چھوڑ جائے گی ساری خدائی
یہ سطوت رہے گی نہ یہ کج کلاہی

اُنہیں خوار کر دے گی دونوں جہاں میں
تعیّش میں ڈوبی ہوئی بادشاہی

**حقیقت میں یوسفؔ یہ وقتِ دُعا ہے**
**دلوں پر ہے یاس و اَلَم کی سیاہی**

(راجہ محمد یوسف خانصاحب)

# انٹرنیٹ ہیکنگ سے بچاؤ کیسے ممکن ہے؟

بشکریہ نوائے وقت۔ Mar 26, 2021 ۔از ملک محمد سلیمان

روزمرہ کے مشاغل سے فارغ ہو کر گزشتہ روز فیس بک اکاؤنٹ لاگ ان کیا تو حسب روایت میسنجر پر بہت سارے دوستوں کے پیغامات آئے ہوئے تھے۔ایک سینئر پولیس آفیسر کے فیس بک اکاؤنٹ سے ایک ہزار ڈالر کی رقم بطور ادھار مانگی گئی کہ وہ بیرون ملک ہیں اور ان کا اے ٹی ایم کام نہیں کر رہا، کچھ بل ادا کرنے ہیں اس لیے فوری رقم کی ضرورت ہے۔میں نے اکاؤنٹ نمبر مانگا تو بینک اکاؤنٹ کی بجائے آن لائن رقم منگوانے کے روایتی طریقہ کار سے میں سمجھ گیا کہ اکاؤنٹ ہیک ہو چکا ہے۔فوری فیس بک کا سکرین شاٹ لیا اور تصدیق کیلئے مذکورہ پولیس آفیسر کو واٹس ایپ کر دیا۔انہوں نے بتایا کہ وہ پاکستان میں ہی ہیں اور انکا اکاؤنٹ ہیک ہو چکا ہے۔انہیں تسلی دی اور فوری انکا رابطہ پیٹریاٹک کلب کے ممبر رافع بلوچ سے کروایا۔

سنگل پوائنٹ ایجنڈا ”پاکستان کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی و استحکام کیلئے ہم ایک ہیں“ پر قائم ہونے والے اس منفرد اور واحد آفیسر کلب میں سینئر آرمی افسران، بیوروکریٹ، ججز، ٹاپ میڈیا پرسنز اور دیگر اداروں سے سینئر افسران کو نمائندگی دی گئی ہے۔”تخریب نہیں تعمیر پاکستان“ کے ماٹو پر چلتے ہوئے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے دو ہزار سے زائد ممبران وطن عزیز پاکستان کی فلاح و بہبود اور ملکی مسائل کے حل کیلئے ایک ہوتے ہیں۔”پیٹریاٹک کلب“ کے قیام سے اداروں کے درمیان فاصلے کم ہوئے ہیں اور ملکی مفاد میں تعاون کا جذبہ بیدار ہوا ہے۔رافع بلوچ نے اپنی پیشہ وارانہ صلاحیتوں سے جلد ہی پولیس آفیسر کا فیس بک اکاؤنٹ ریکور کر لیا۔آئی ٹی اور سائبر سیکورٹی سے متعلق کیسز کو پیٹریاٹک کلب کی آئی ٹی ٹیم ورلڈ ٹاپ کلاس ایتھیکل ہیکر رافع بلوچ اور اقراء خالد کی سربراہی میں فوری طور پر حل کرتی ہے۔رافع بلوچ کا شمار دنیا کے ٹاپ ایتھیکل ہیکرز میں ہوتا ہے۔وہ گوگل، مائیکروسافٹ اور پے پال سمیت متعدد بین الاقوامی اداروں میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا چکے ہیں۔

کچھ تخریب کار عناصر مختلف مقاصد کیلئے وائرس بناتے ہیں اور پھر مختلف طریقوں سے نہ صرف لوگوں کے کمپیوٹر اور موبائلز کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ آپ کے سسٹمز اور اکاؤنٹ میں موجود ڈیٹا تک Access حاصل کر کے آپکے اہم راز اور کاروباری اکاؤنٹس تک چوری کر لیتے ہیں۔عام طور پر تخریب کار معلومات تک رسائی کیلئے دو حربے استعمال کرتے ہیں، پہلا آپ کو مختلف انعامی سکیموں کا جھانسہ دیتے ہیں اور دوسرا سب سے مقبول عام طریقہ یہ ہے کہ مختلف فحش ویڈیو ”شو“ کر کے صارفین کو ویڈیو دیکھنے کا لالچ دیا جاتا ہے۔مکمل ویڈیو دیکھنے کے خواہشمند رسائی حاصل کرنے کیلئے جب لنک پر کلک کرتے ہیں تو آپ سے ٹرمز اینڈ کنڈیشنز قبول کرنے اور آپکی سیٹنگ تبدیل کرنے کی اجازت طلب کی جاتی ہے تو کچھ لوگ اپنی معصومیت اور اکسائٹمنٹ میں ٹرمز اینڈ کنڈیشنز کو بنا سوچے سمجھے ”اوکے“ کر دیتے ہیں جبکہ حقیقت میں وائرس آپکو ویڈیو تک رسائی دینے کے بہانے آپکے سسٹم اور اکاؤنٹس تک رسائی کیلئے آپ سے پرمیشن لیتا ہے۔اسی طرح آج کل فیس بک پر مختلف ایپس نظر آتی ہیں جن میں ہماری دلچسپی کا سامان موجود ہوتا ہے۔جیسے کلک کریں کہ آپکی شکل کس ایکٹر، سیاستدان یا پرسنیلٹی سے ملتی ہے۔آپ بچپن میں کیسے دکھائی دیتے تھے یا جوانی اور بڑھاپے میں کیسے لگیں گے۔آپ شیو یا داڑھی کے ساتھ کیسے دیکھائی دینگے۔

آپکی پروفائل کو سب سے زیادہ کس نے دیکھا، آپکا بیسٹ فرینڈ کون ہے۔یہ سب ایپس آپ سے اکاؤنٹ ایکسس کی اجازت طلب کرتی ہیں۔جب ہم ایک دفعہ وائرس کو(Access Permission) دے دیتے ہیں تو پھر وہ اپنی مرضی سے ایک مخصوص ٹائم کیلئے اکاؤنٹس کو آٹومیٹکلی چلاتا ہے اور تمام دوستوں کو آپکے اکاؤنٹ سے مال ویئر اور ہر قسم کے پیغامات بھیج سکتا ہے اور ہماری ٹائم لائن کا بھی آزادانہ استعمال کر سکتا ہے۔ہیکنگ اور وائرس سے محفوظ رہنے کیلئے اجنبی لوگوں کی جانب سے وصول ہونے والی ای میل، فیس بک اور واٹس ایپ کے ساتھ جڑی ہوئی فائلز کو ڈاؤن لوڈ کرنے سے پرہیز کریں، خاص طور پر .exe, zip, scr, vbs فائلز۔ان فائلز میں ٹروجن ہارس موجود ہو سکتے ہیں جن کی مدد سے کریکر آپکے کمپیوٹر اور موبائل میں داخل ہو سکتا ہے۔ باقاعدگی سے اپنے پاس ورڈز تبدیل کرتے رہیں۔ہمیشہ موبائل ویریفیکیشن الرٹ کو ON رکھیں تاکہ اگر کوئی آپکے اکاؤنٹ سے آن لائن ہو تو آپکو الرٹ وصول ہو جائے۔اگر آپ سفر پر جا رہے ہیں تو اپنے کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ کی تفصیلات کسی وائی فائی نیٹ ورک کے ذریعے استعمال نہ کیجیے۔موبائل کمپنیاں سیکیورٹی کو بہتر بنانے کیلئے وقتاً فوقتاً سافٹ ویئر کو اپڈیٹ کرتی رہتی ہیں، تاہم چند صارفین سستی یا پھر بے خبری کے باعث ان اپڈیٹس کو انسٹال نہیں کرتے۔ایسے صارفین ہیکرز کیلئے آسان ہدف ہوتے ہیں۔سافٹ ویئر کو باقاعدگی سے اپڈیٹ کرتے رہنا چاہیئے۔انٹرنیٹ پر کسی غیر معیاری ویب سائٹ سے کوئی سافٹ ویئر ڈاؤن لوڈ نہ کریں اس عمل سے ہیکر کیلئے آپ کے کمپیوٹر میں داخل ہونے کے دروازے کھل سکتے ہیں۔

سلسلہ کے ایک مخلص خادم مکرم محمد سلیم احمد صاحب مرحوم۔
وفات 27مارچ 2021۔صدر انجمن میں لمبا عرصہ سے بطور محتسب بعدہٗ مختلف اوقات میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری اور دفتر امور عامہ میں خدمت پر مامور رہے

نظم خوانی کے مقابلہ میں اوّل پوزیشن لینے والے
دوست شیخ خالد محمود صاحب کا انعام آپ کے صاحبزادے
شیخ مظفر محمود صاحب نے وصول کیا

# ربوہ دارالہجرت ربوہ

جگمگاتی ہوئی ماضی کی منوّر قندیل
میرے افکارِ پریشاں پہ ابھر آئی ہے
سرمائی شام میں ویران چناروں کے تلے
میرے شاداب نگریوں تری یاد آئی ہے
جیسے جلتے ہوئے چراغ کو
ٹوٹے کھنڈر سے کسی دیوی نے
رک کے، ذرا جھک کے اٹھایا ہو اسے
اور پھر ہولے سے دھیرے سے بیاباں میں اتر آئی ہے
مرے ربوہ! تری مخمور فضاؤں کی قسم
رقص کرتی ہوتی ان شوخ ہواؤں کی قسم
من کی باہوں نے بصد ناز اٹھایا تھا مجھے
گودیوں میں بڑے ارماں سے کھلایا تھا مجھے
ٹھوکریں کھا کے ترے سینے پہ گرا ہوں کئی بار
مادرِ گیتی کی آغوش سے الجھا ہوں کئی بار
عہدِ طفلی سے جوانی کے سفر تک
تیرے سینے پہ کئی نقش ابھارے میں نے
اپنی آشاؤں کے کتنے ہی سفینے لا کر
تیرے ساحل کے کنارے پر اتارے میں نے
ٹھیک سے وقت کے تیزی سے گزرتے لمحات
عہدِ رفتہ کا ہر اک نقش مٹا دیتے ہیں
پھر بھی لیکن مرے گزرے ہوئے سجدوں کے نقوش

تیرے چہرہ کے تقدس کو ضیا دیتے ہیں

میں نے راہوں پہ تری گیت جو گائے تھے کبھی

آج بھی وہ انہیں راہوں پہ صدا دیتے ہیں

کسی برباد محبت کا پتہ دیتے ہیں

یوں تو میں تیرا ہمیشہ سے وفادار رہا

پھر بھی لیکن معصومیوں کے طفیل

تیری وادی میں مرے باغی ترانے گونجے

جیسے بچہ کوئی ماں سے اپنی

چند لمحوں کے لئے روٹھ کے چل دیتا ہے

اور پھر اپنی نگاہوں کو اٹھا کر

میں بھی ہر بار بہت جلد ہی لوٹ آتا تھا

تیری چھاتی پہ جو دنیا کی وجاہت نہیں

کیا ہوا جو تیرے سینے پر محلات نہیں

تیری اس سادگی میں ہی قیصر و کسریٰ کی جھلک ہے

تیری اس خامشی میں جامِ طہورا کی کھنک ہے

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا مشہور زمانہ کیمسٹری ہال

# *Brigadier Mohammad Latif*

*Assalamo Alaikum wa Rahmatullahe wa Barakatohu*
*I am one of your, maybe, little known students of T.I. College, Rabwah.*
*I came to know about TICOSA a few days back from Al-Fazal and immediately opened the web site. Since then I have been reading through the site and what a pleasure! Thank you so much for this most wonderful idea.*
*I joined The College and Fazal-e-Umar Hostel in 1963. Hazrat Mirza Nasir Ahmad Sahib[ra] was the Principal at that time. Needless to say, that his personality was simply aw-inspiring. It was always a treat to even look at his god-like face and of course to listen to his speeches delivered in his soft but commanding voice. Later when he became Khalifa-tul-Masih, another renowned personality became our principal and he was Professor Qazi Muhammad Aslam Sahib. I was a science student but the science faculty and students would hardly remember me because I was to be rarely found in the corridors of Science Block.*
*I used to be rather regularly present in meetings of Bazm-e-Adab and Mushairas (amongst the audience) and of course, at the tuck shop, mostly in the small Staff Room next to the kitchen, either waiting for or in the august presence of my BELOVED Dr Pervaiz Parwazi.*
*I somehow managed to do my B.Sc. in 1968. During my years at the college I had the honour of being on the editorial board of Urdu section of AL-Manar under the guidance of Mohtaram Professor Mahboob Alam Khalid Sahib (senior student editor, I*

*think, was Hadi sahib). In the hostel, I was Chief Prefect during 1967-68.*
*Immediately on leaving the college I joined Pakistan Army in March 1969. (Qazi Sahib did not like the idea of my joining the Army, because he always considered me suitable for Civil Service." But, sir, for that, who would do M.A for me?", I humbly asked Qazi Sahib and he smiled).*
*I was commissioned in Artillery and spent the next 32 and a half gruelling but most memorable years in a lifestyle which I tremendously value and cherish. I retired as a Brigadier in Sep 2001 and am settled in Rawalpindi.*
*My phone No is 092-51-5574327 and 092-300-8543419(mobile).*
*PS: I also know some of the old students who were in the Army, though I am not in contact with all of them. They are, Col Basharat Ahmad Sethi (in Sharja with his son), Col Naseem Ahmad Saifi ( in Rawalpindi), Col Ejaz Ahmad Tanvir (in Rawalpindi ), Col Asaf Jamil (in Rawalpindi), Major Azmat Malik (in Rawalpindi), Col Intesar Ahmad (probably in Lahore), Major Nasrullah Nasir ( died of cancer two years back----Family is in Islamabad), Major Ibnul Islam (died of cancer three years back---Family is in Rawalpindi) and Wing Commander Tariq Pervaiz from PAF (in Fizaia Colony, Rawalpindi).*
*I know DIG Tahir Arif very well but I haven't met him since he got busy with his National Defence Course. I shall try to meet him soon and convey your message.*
*I will find whatever photos I have and send them across. Meanwhile, I have an old photo of college times (or perhaps immediately after college time i.e. early Army life) which I shall try to attach here.*

# سلسلے کا تھا وہ اک جرنیل بندۂ حمید

قاعدوں کا تھا محافظ ضابطوں کا پاسباں
تھا لبِ خاموش لیکن ایک بحرِ بیکراں

دین کی خدمت میں اپنی زندگی کر کے بسر
اک دیرینہ خادمِ دیں چل دیا اگلے جہاں

سلسلے کا تھا وہ اک جرنیل بندۂ حمید
یاد رکھی جائے گی خدمت کی اسکی داستاں

تھا خلافت کے وفاداروں میں اک ایسی نظیر
آئے گا تاریخ کے اوراق میں جس کا بیاں

اس کے اوصافِ حمیدہ اور بھی تو ہیں بہت
ذات میں اسکی چمکتے ہیں وہ جیسے کہکشاں

جنت الفردوس میں اسکے مراتب ہوں بلند
مہرباں اس پر رہے ہر آں خدائے مہرباں

ڈھانپ لینا مغفرت کی اپنی چادر میں اُسے
ہے ظفرؔ تجھ سے دعا گو اے خدائے کل جہاں

مبارک احمد ظفرؔ۔ 7 فروری 2021

# تعلیم الاسلام کالج کے سابق طلباء کی طرف سے

## حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی خدمت میں

دِل سے دیتے ہیں ہم سب دعا آپ کو
اپنے سائے میں رکھے خدا آپ کو

جب بھی مشکل میں ہو قافلہ آپ کا
تھام لے ساتھ مشکل کشا آپ کو

کوئی فرعون پیچھے لگے آپ کے
ہر سمندر بھی دے راستہ آپ کو

ساتھ تیرے ہوں مسرور ہر کام میں
آپ کے خود خدا نے کہا آپ کو

ساری دُنیا میں جائیں جہاں آپ بھی
لوگ ملتے رہیں باوفا آپ کو

لوٹ کر جب بھی جائیں کبھی اپنے گھر
دشمنِ جاں بھی دے ہر دعا آپ کو

ہم بھی خوش ہو کے خوشیاں منائیں نہ کیوں
کونسا غم ہے باقی رہا آپ کو

عمر لمبی ہو جتنی بھی ہو کام کی
کامیابی بھی ہو ہر عطا آپ کو

ایک مومن ہے آئینۂ مومناں
سب سمجھتے رہیں آئینہ آپ کو

آج بیمار ہے اِک زمانہ پڑا
آسماں سے عطا ہو دوا آپ کو

آئے بیمار کوئی بھی پاس آپ کے
ہاتھ میں اپنے دے ہر شفا آپ کو

ہم اشارے سمجھتے رہیں آپ کے
کوئی بھی نہ ہو ہم سے گلہ آپ کو

ہم جو ٹی آئی کالج کے ہیں سابقہ
کوئی پہنچے نہ ہم سے خطا آپ کو

آپ کرتے رہیں ہم پہ نظرِ کرم
ہم بھی کہتے رہیں دلربا آپ کو

ناگنوں کو جو لے آئیں دشمن ترے
حوصلہ بھی عطا ہو عصا آپ کو

ہیں جو مجبور اسیرانِ راہِ خدا
درد اُن کا ہے سب سے سوا آپ کو

درد سے درد ہوتا ہے پھر رُونما
آپ کا درد میرا مرا آپ کو

آپ ہیں اور رہیں اُس کے در کے گدا
لوگ کہتے رہیں بادشاہ آپ کو

یاد جب بھی ستائے ہمیں آپ کی
یونہی لاتا رہے وہ سدا آپ کو

# دنیا میں ترقی کرنے کے گُر

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر 12/ستمبر 1931ء کو مسجد احمدیہ سیالکوٹ میں بعد نماز مغرب فرمائی)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا: ابھی ایک دوست نے قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت کیا ہے جس کی آخری آیت یہ ہے:۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ(الفرقان:78)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول ﷺ تو ان لوگوں کو میری طرف سے یہ پکار کر سنا دے کہ تمہارے رب کو تمہاری پرواہ کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر تمہاری طرف سے دعا کا سلسلہ جاری نہ ہو۔ انسان اگر اپنی ہستی پر غور کرے تو آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ عام طور پر بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا نماز پڑھنا صدقہ دینا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا خدا تعالیٰ پر احسان ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے بعض نادان جب کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں تو کہتے ہیں معلوم نہیں خدا نے ہمیں کیوں مصیبت میں ڈالا۔ ہم تو نمازیں پڑھتے اور دوسرے مذہبی احکام پر عمل کرتے ہیں۔ گویا وہ اپنے دل میں یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان سے بدسلوکی کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کسی شخص کا بیٹا مر گیا اور اس کا ایک دوست تعزیت کے لئے اس کے پاس گیا۔ تو وہ چیخ مار کر رو پڑا اور اس سے کہنے لگا خدا نے مجھ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ گویا اس کے خیال میں اس کا کوئی حق خدا تعالیٰ نے مار لیا تھا۔ مگر سوچنا چاہئے وہ کونسا حق ہے جو بندہ نے خدا تعالیٰ پر قائم کیا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب آتا ہے کہ وہ لوگ جو اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور تقویٰ طہارت پر فخر کیا کرتے ہیں وہ تو کسی تکلیف کے موقع پر چلا اٹھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر ظلم کیا۔ لیکن ہندوستان کا وہ شرابی شاعر جو دین سے بالکل غافل تھا۔ ایک سچائی کی گھڑی میں باوجود شراب کا عادی ہونے کے خدا تعالیٰ کا الہام اس کے دل پر نازل ہوتا ہے اور وہ کہہ اٹھتا ہے۔

؎ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی ۔۔۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

غور کرنا چاہئے جو چیز بھی انسان کے پاس سے جاتی ہے وہ آئی کہاں سے تھی۔ ذرا اپنی حیثیت کو تو دیکھو وہ کونسی چیز ہے جسے اپنی کہہ سکتے ہو۔ انسان کہتا ہے میری بیوی ہے مگر وہ کہاں سے آئی؟ بچے جنہیں اپنے کہا جاتا ہے، کہاں سے آئے ہیں؟ اسی طرح مکان، زمین اور سب دوسری اشیاء جنہیں اپنی سمجھا جاتا ہے، کہاں سے آتی ہیں؟ اگر ان چیزوں کی حقیقت پر غور کیا جائے تو بآسانی معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزیں انسان کی نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے موہبت اور عطیہ ہیں اور عطیہ دینے والے کا حق ہے کہ جب چاہے واپس بھی لے لے۔ بلکہ عطیہ بھی اسے کہتے ہیں جو کبھی واپس نہ لیا جائے۔ مگر دنیا میں انسان کو جو کچھ ملتا ہے، وہ آخر لے لیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا دنیا میں انسان کو حقیقی عطیہ بھی نہیں ملتا۔ بلکہ تمام اشیاء عاریتاً استعمال کے لئے دی جاتی ہیں اور اس طرح چیز دینے والے کا حق ہوتا ہے کہ جب چاہے، واپس لے لے۔

تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّىْ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ

یعنی تم اپنی ہستی کو سمجھتے کیا ہو۔ آخر انسان ہے کیا چیز کہ خدا تعالیٰ اس کی پرواہ کرے۔ دنیا میں جو چیز بھی ہے۔ اس کی انتہاء خدا تعالیٰ پر ہی جا کر ہوتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا (النّزعات:45)

یعنی کوئی چیز اور کوئی نفس ایسا نہیں جس کی کڑی خدا تعالیٰ پر جا کر نہ ختم ہوتی ہو اور جب ہر چیز کی انتہاء خدا تعالیٰ پر ہے تو پھر اگر خدا تعالیٰ انسان کو خود ہی بطور احسان نہ بلائے تو انسان چیز کیا ہے کہ اس کی پرواہ کرے۔ لَوْ لَا دُعَآؤُكُمْ کے دو معنی ہیں۔ یعنی اگر خدا تعالیٰ تم کو نہ پکارے اور یہ کہ اگر تم اس کو نہ پکارو۔ اگر پہلے معنی لئے جائیں۔ تو اس صورت میں اس آیت کا یہ مطلب

ہو گا کہ اگر اس نے اپنی طرف سے یہ لازم نہ کر لیا ہو کہ میں تمہیں پکاروں گا یعنی بڑھاؤں اور ترقی دوں گا، تو تم پورا نہیں کر سکتے۔ اس نے خود بطور احسان اپنے پر یہ واجب کر رکھا ہے ورنہ انسان کا کوئی حق نہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری کیا پرواہ ہے اگر تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ اس کے آگے جھک کر یہ نہ کہو کہ ہمارا کوئی حق تو نہیں۔ اگر تو احسان کر دے تو تیری ذرہ نوازی ہے۔

دراصل یہی دو چیزیں ہیں جن سے انسان کو تقویٰ، ترقی اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور دنیا میں ساری ترقیات انہی دو طریق سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہ دعا نہیں کہ انسان ہاتھ اٹھائے اور کہہ دے یا اللہ! مجھے فلاں ترقی عطا کر یا ساری عمر ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہے۔ بلکہ دعا سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جو ذرائع پیدا کئے ہیں ان کو استعمال کرے۔ مثلاً اولاد حاصل کرنے کے لئے اس نے یہ ذریعہ مقرر کیا ہے کہ انسان حسب پسند شادی کرے۔ اب اگر کوئی شخص شادی تو نہ کرے اور دعا کرتا رہے کہ خدایا مجھے اولاد عطا کر، تو یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دعا کے معنی ہی یہ ہیں کہ پہلے خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ذرائع پر عمل کیا جائے اور پھر خدا تعالیٰ سے کامیابی کے لئے مدد مانگی جائے۔ دیکھو حکومت نے منی آرڈر فارم مقرر کر رکھے ہیں اور جو شخص ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ پہنچانا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس فارم کو پُر کر کے دے۔ یہ ایک مدد ہے جو گورنمنٹ اپنی رعایا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ روپیہ بھیجنے کے لئے دیتی ہے۔ اس نے یہ طریق مقرر کر رکھا ہے۔ لیکن جو شخص اس طریق کو استعمال نہ کرے بلکہ خود ہی کوئی طریق ایجاد کر لے۔ مثلاً شعروں کی کسی کتاب میں نوٹ رکھ کر ڈاک خانہ میں دے آئے کہ اسے فلاں جگہ پہنچا دو۔ تو وہ گورنمنٹ کی امداد سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کیونکہ حکومت سے روپیہ دوسری جگہ پہنچانے میں جو مدد حاصل کی جا سکتی ہے اس کا طریق یہی ہے کہ یا تو منی آرڈر کر دیا جائے اور یا بیمہ یا مثلاً عدالت میں دیوانی دعویٰ کے لئے ایک شروح کورٹ فیس کی مقرر ہے۔ فرض کرو ایک مقدمہ میں 25 روپیہ کورٹ فیس لگتی ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ تو نہ لگائے۔ لیکن پچاس روپیہ کے نوٹ جلا کر کہے میں نے تو دوگنا خرچ کر دیا میرے مقدمہ کی سماعت ہونی چاہیئے۔ تو یہ درخواست ہرگز قبول نہ ہو گی۔ کیونکہ اس نے وہ طریق اختیار نہیں کیا جو حکومت نے مقدمہ کی سماعت کا مقرر کر رکھا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی ہر کام کے لئے علیحدہ علیحدہ ذرائع اور طریق رکھے ہیں۔ دعا کے الگ طریق ہیں تربیتِ اولاد کے الگ اور تجارت و ملازمت کے لئے علیحدہ علیحدہ۔ دعا کے لئے جو طریق ہیں، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ جب بندہ خدا کو پکارتا ہے تو وہ سنتا ہے۔ یعنی جب کوئی بندہ ان ذرائع کو جو خدا تعالیٰ نے ترقی کے لئے مقرر کر رکھے ہیں۔ استعمال میں لاتا ہے تو وہ اسے ترقی دیتا ہے اس کی مثال یورپ کے لوگوں میں مل سکتی ہے۔ انہوں نے علوم سیکھے، تحقیقاتیں کیں، محنت کی، ایجادیں کیں اور خدا تعالیٰ نے ان کو دنیوی ترقیات عطا کر دیں۔ کیونکہ ان کے لئے اس نے یہ ایک ذریعہ مقرر کر رکھا ہے کہ محنت کرو اور کوشش سے مخفی باتیں معلوم کرو۔ اہل یورپ نے اس ذریعہ سے اس سے مدد مانگی اور اس نے ان کی دعا کو سنا۔ یعنی حکومت، دولت، شہرت، رعب، شوکت سب کچھ ان کو عطا کر دیا کیونکہ انہوں نے اس ذریعہ پر عمل کیا جو ان چیزوں کے حصول کے لئے اس نے مقرر کر رکھا ہے۔ لیکن جو شخص اس ذریعہ پر عمل نہ کرے وہ خواہ کسی دوسرے طریق سے کتنی سخت مصیبت کیوں نہ اٹھائے اور محنت کیوں نہ کرے، اسے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ایک قلندر جو دن بھر دربدر بندر کو لئے پھرتا ہے۔ یقیناً ایک تاجر سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ مگر اس کے برابر آمد پیدا نہیں کر سکتا کیوں؟ اس لئے کہ دولت کمانے کا جو ذریعہ خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اسے وہ استعمال میں نہیں لاتا۔ تو دنیا میں ترقی کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ بندہ خدا کو پکارے۔ یعنی ان ذرائع کو کام میں لائے جو دنیوی ترقی کے لئے خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں۔

پھر اس آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ بندہ کو نہ پکارتا تو اس کا کیا حشر ہوتا۔ بندوں کے خدا کو پکارنے کی مثال تو اہل یورپ میں دی جا چکی ہے یا ہندوستان میں ہندوئوں کی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ ذرائع کو استعمال کر کے ترقی حاصل کی اور خدا کے بندوں کو پکارنے کی مثال اس کے نبیوں کی ہے۔ رسول کریم ﷺ گوشہ گمنامی میں پڑے تھے اور غارِ حرا میں عبادتیں کیا کرتے تھے۔ آپؐ نے وہ تمام ذرائع جو

دنیوی ترقی کے ہیں ترک کر کے رکھے تھے۔ مگر آپ کے پاس خدا تعالیٰ کا فرشتہ آیا اور اس نے کہا اٹھ خدا تجھے بلاتا ہے۔ اور پھر اس گوشہ گمنامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بادشاہ بنا دیا اور ایسی ترقی عطا کی کہ مذہب و ملک اور تمدن و معاشرت سب پر آپؐ کا رنگ چھا گیا۔ حتیٰ کہ آپؐ کے غلام یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کئے بغیر اور لیبارٹیریز میں تجربات کرنے کے بغیر ہی ہر فن میں دنیا کے استاد بن گئے اور جس میدان میں بھی انہوں نے قدم رکھا، تمام دنیا سے آگے بڑھ گئے۔ ایک صحابی کا بیان ہے رسول کریم ﷺ نے مجھے ایک اشرفی دی کہ قربانی کے لئے بکری ہی لے آؤ میں نے سوچا مدینہ میں تو اس رقم سے ایک ہی بکری ملے گی۔ مگر کسی گاؤں سے دو مل جائیں گی اس لئے میں نے ایک گاؤں سے ایک اشرفی میں دو بکریاں خریدیں۔ جب واپس آیا تو مدینہ میں کسی نے پوچھا۔ کیا بکری فروخت کرو گے میں نے کہا۔ ہاں۔ اور ایک بکری ایک اشرفی میں اس کے پاس فروخت کر دی۔ پھر رسول کریم ﷺ کے پاس جا کر بکری اور اشرفی بھی پیش کر دی اور آپ ﷺ کے دریافت فرمانے پر سب حال کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے اس کی ہوشیاری کو دیکھ کر اس کے لئے دعا فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود یہ کہ عرب ایرانیوں اور رومیوں جیسے تاجر نہ تھے مگر وہ صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ اگر مَیں نے مٹی بھی خریدی تو وہ سونے کے بھاؤ بک گئی۔ لوگ زبردستی روپیہ میرے پاس تجارت کے لئے چھوڑ جاتے تھے اور میں لینے سے انکار کرتا رہتا تھا۔ (بخاری کتاب المناقب باب 28 حدیث نمبر 3642)

یہ لَوْلَا دُعَآؤُکُمْ کے دوسرے معنی ہیں۔ اس میں اپنے کسی ہنر یا محنت کا دخل نہ تھا۔ یہ خدا تعالیٰ کی اپنی آواز تھی۔ جس کے ذریعہ رسول کریم ﷺ بڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے وابستگانِ دامن بھی بڑھتے چلے گئے۔ جیسے اگر کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو تو اس کا کوٹ، پاجامہ اور دوسرے پارچات بھی سوار ہو جائیں گے۔ ان لوگوں نے یہاں تک ترقی کی کہ ایک واقعہ لکھا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کسی علاقہ کے گورنر مقرر ہوئے۔ یہ کسریٰ کے خزانوں کی فتوحات کا زمانہ تھا۔ جس میں ابوہریرہؓ کو ایک رومال ملا جو کسریٰ دربار میں آتے ہوئے زینت کے طور پر ہاتھ میں رکھا کرتا تھا۔ ابوہریرہؓ کو جو چھینک آئی تو اس رومال سے ناک صاف کر لیا اور پھر فرمایا۔ واہ ابوہریرہؓ کبھی تو وہ دن تھے کہ تو بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو جایا کرتا تھا اور لوگ یہ سمجھ کر کہ مرگی کا دورہ ہو گیا ہے تیرے سر میں جوتیاں مارا کرتے تھے اور آج یہ دن ہے کہ کسریٰ کے رومال میں تو تھوکتا ہے۔ (ترمذی ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی ﷺ وبخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی ﷺ واصحابہ) حضرت ابوہریرہؓ بہت بعد میں ایمان لائے تھے۔ یعنی رسول کریم ﷺ کی وفات سے صرف تین سال قبل۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے آپؓ مسجد سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ تا رسول کریم ﷺ کی ہر ایک بات سن سکیں۔ اس وجہ سے ان کو بعض اوقات سات سات فاقے آجاتے۔ لوگ سمجھتے انہوں نے کھانا کھا لیا ہو گا۔ اور ان سے دریافت نہ کرتے۔ وہ شدت بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے اور لوگ مرگی کا دورہ سمجھ کر جوتیاں مارتے کیونکہ اہل عرب میں یہ رواج تھا۔ تو کبھی یہ حال تھا اور پھر اس قدر ترقی حاصل ہوئی کہ کسریٰ جیسے زبردست حکمران کی زینت و آرائش کا رومال آپؓ کے ناک صاف کرنے کے کام آتا تھا۔ یہ لَوْ لَا دُعَآؤُکُمْ کی دوسری مثال ہے۔ جب رسول کریم ﷺ آگے بڑھے تو آپؐ کے وابستگان دامن بھی ترقی کر گئے۔ جیسے وائسرائے کے دربار میں بڑے بڑے رؤساء اور معززین بھی بعض اوقات نہیں جاسکتے لیکن اس کا بہرہ جاسکتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے انبیاء کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے بھی ترقی کر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے کونو مع الصادقین (التوبہ:119) کی تاکید فرمائی ہے۔ کیونکہ جب صادقین کے لئے پھاٹک کھلتا ہے تو ساتھ ہی ان کے ساتھ رہنے والے داخل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دنیا میں ترقی کے لئے ضروری ہے کہ یا تو انسان پوری پوری محنت اور کوشش کرے اور یا پھر خدا تعالیٰ سے ایسی لو لگائے کہ وہ اس کے لئے ترقی کے سامان خود بخود پیدا کر دے۔ (الفضل 27 ستمبر 1931ء۔ الفضل انٹرنیشنل 26 فروری 2021ء)

# دکھ کے دن۔ کرب کی راتیں

## تیس مئی انیس سو چوہتر کی آپ بیتی

مکرم شیخ لئیق احمد صاحب۔ برامپٹن۔ کینیڈا

شام کے سائے گہرے ہو چلے تھے ریل بازار سے نکلتے دائیں طرف سرکلر روڈ فیصل آباد پر ریل بازار پولیس چوکی کے بالکل سامنے سعید مارکیٹ میں واقع میری ہول سیل آٹو پارٹس کی دوکان رفیق اینڈ برادرز کے باہر کھڑی اونٹ گاڑی سے دوسو کارٹون بریک فلوئیڈ کے آخری کارٹون دوکان کے اندر رکھے جارہے تھے۔ کہ فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف شیخ خالد مسعود کی آواز تھی :

”ماموں آپ کو اطلاع ملی کہ آج ربوہ سٹیشن پر نشتر کالج کے طلباء کی بدتمیزی پر جھگڑے کے نتیجے میں اب ہر طرف اشتعال پھیلایا جارہاہے اور فیصل آباد میں بھی یہ سلسلہ شروع ہے۔۔ بہت محتاط ہو جایئے۔ کوئی نقصان نہ ہو جائے“

فون بند ہو چکا تھا اور میں سوچ رہا تھا میں کیا کر سکتا ہوں۔ اونٹ گاڑی والے نے دوبارہ مال لاد کر اسے گھر جا چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ اسے کہیں اور پہنچانا ہے۔ دوکان اس طرح بھر چکی تھی کہ باہر آنے کا رستہ بھی نہ تھا۔۔ ان کو بھی بتایا تھا کہ گو خدا حافظ ہے مگر بالکل سامنے پولیس چوکی ہونے کی وجہ سے ادھر لوٹ مار کا امکان بہت کم ہے۔ بعض ضروری کاغذات نکالے اور گھر آ گئے۔ تشویش تو تھی مگر تسلی بھی تھی۔ تیس مئی کی صبح گھر سے سودا سلف لینے ستیانہ روڈ پہنچے تو چہ مہ گوئیاں اور بدلا ہوا ماحول نظر آیا۔ ماتھا ٹھنکا۔ دوکان پر کار کھڑی ہی کی تھی کہ ملازم نے باہر ہی دکان کھولنے سے منع کرتے ہوئے حالات بہت خراب ہو جانے کا بتایا۔ دو دوکان چھوڑ دکاندار نے بہت نفرت بھرے لہجے میں مجھے چلے جانے کا کہتے ہوئے کہا:

"آج دیکھو تو تمہارے ساتھ ہوتا کیا ہے"۔

چند منٹ میں اندازہ ہو گیا کہ اس وقت کچھ سامان نکال لے جانے کی کوشش اور زیادہ خطرناک تھی۔ اخبارات مکمل روایتی جھوٹ اور زہر سے بھرے تھے۔ ہر آنکھ میں چنگاری تھی۔ ملازم کو وہیں رہنے کا کہہ کار سٹارٹ کی اور گھر آ گئے۔ پہنچتے ہی دوست احباب کے فون شروع ہو گئے کہ مساجد میں سے بھڑکایا جارہاہے۔ سیاسی لیڈر بھی شامل ہو گئے ہیں ہڑتال ہو چکی اور جلوس نکلنا شروع ہیں۔۔

ساتھ ہی پہلی اطلاع نشاط آباد میں لاہور روڈ پر اس ٹمبر سٹور اور آرا مشین کو آگ لگائے جانے کی آگئی۔ جہاں نو دس ماہ قبل شدید سیلاب کے دنوں میں پورے اہل محلہ کو جماعت کے رضاکاروں نے بشمول خاکسار۔ گھروں سے باحفاظت نکال کر پناہ اور خوراک دی۔ بعد میں کیمپوں میں پہنچایا تھا۔ ساتھ ہی کچہری بازار گول میں ناصر دواخانہ کچہری بازار میں ۔ ممتاز آپٹیکل ۔ شاہ میڈیکو ۔ گردوارہ چوک میں گھڑیوں کی دوکانیں تالے توڑ مکمل یا جزوی جتنی ممکن ہو سکی لوٹ مار ہونے کا پتہ چل گیا۔ کہیں ہمسایوں یا پولیس نے مار بھی بھگایا۔ ریل بازار میں مراد کلاتھ ہاؤس کی وسیع دوکان سے لوگ قیمتی کپڑے کے تھان اٹھائے بھاگ رہے تھے۔ تب پھر فون کی گھنٹی بجی ۔ ملازم طالب حسین بتا رہا تھا۔ ہجوم دوکان کے سامنے اکٹھا ہے دو تین پولیس والے بس زبانی روک رہے ہیں۔ باقی سب سادہ کپڑوں میں سامنے ٹرک اڈہ میں بیٹھے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ چند منٹ بعد دوبارہ فون آیا۔

"سب دکانیں بند ہیں مجھے چوکی والوں نے بمشکل فون کرنے دیا ہے۔یہ آپ آواز سن لیں تالے توڑے جارہے ہیں۔یہ شٹر اونچا ہو گیا اور لوگ سامان باہر نکال ڈھیر لگا رہے ہیں۔کچھ لوٹ کے لے جارہے۔شاید آگ لگانے کا ارادہ ہے"

اسے کہا کہ جا کر کسی لیڈر کو بتاؤ کہ بریک فلوئیڈ کو آگ لگی تو بہت تباہی ہو گی۔مگر فون بند ہو چکا تھا۔اور چند منٹ بعد طالب حسین کہیں چھپ چکا تھا۔ سپیئر پارٹس میں تو آگ اتنا نہ پھیلتی مگر چوبیس بوتلوں والے دوسو کارٹون آگ لگنے سے پوری دکان میں پھیل چکی تھی اور ٹین کی بوتلیں ہوا میں اڑتی پھلجھڑیاں بناتی ساتھ کی دکانوں کو بھی لپیٹ میں لینے لگ گئیں۔لوٹ مار کرنے والے ہوا ہو چکے تھے کچھ زخمی بھی ہوئے۔کوئی گھنٹہ بھر بعد ایک فرلانگ دور سے فائر بریگیڈ بھی پہنچ گیا۔اوپر ایک دفتر معہ کپڑے کے سٹاک کے اور بائیں طرف کی دو دکانیں بھی لپیٹ میں آنا شروع ہو چکی تھیں۔اور رات آٹھ کے بجے کے بعد آگ پر قابو پالئے جانے کی اطلاع مل گئی ۔سب کچھ راکھ اور ملبہ اور کہیں کہیں چمکتی چنگاریاں تھیں اور ٹھٹھ کے ٹھٹھ اور گروپ تماشا دیکھنے آرہے تھے۔ہماری انیس سال کی دن رات محنت کا اندوختہ راکھ ہو چکا تھا۔

داستانوں میں پڑھی نا قابل یقین لگتی کہانیاں حقیقت بن سامنے آچکیں تھیں۔ مگر ہم تو سن رہے تھے دیکھنے نہ جاسکتے تھے۔

اس دوران سفینہ پرنٹنگ مقبول روڈ اور غلام محمد آباد میں دو پاور لومز۔ایک اور فیکٹری نذر آتش یا لوٹ مار کا نشانہ بن چکی تھی۔ریلوے پھاٹک عبد اللہ پور سے چند قدم منصور آباد روڈ پر ایک دوست میڈیکل پریکٹشنر تھے۔ان کی دوکان کے سامنے تانگہ سٹینڈ تھا اور انہوں نے کلینک کے باہر برفاب پانی کی سبیل لگا رکھی تھی۔انکی دکان کا تمام سامان فرنیچر وغیرہ نکال جلا دیا گیا تھا۔کارخانہ بازار میں محترم اسماعیل دارا پوری مرحوم کے بیٹوں کی ہارڈ ویئر کی دوکان کو اس طرح لوٹا گیا تھا کہ بجلی کا میٹر بھی اتار کر لے گئے تھے اور سامان ریڑھوں پر لاد کر لے گئے تھے۔۔اگلی صبح کوئی بائیس دکانوں اور چار فیکٹریوں کے مکمل یا جزوی لُوٹے یا جلائے جانے کی اطلاع مل چکی تھی۔چند گھروں سے مکینوں کو نکال دیا وہ خود نکل گئے تھے۔سارا سامان سڑک پر رکھ یا لُوٹا جا چکا تھا یا جلا دیا گیا تھا۔تاہم لاہور سے بڑے بھائی کی، بس سٹینڈ بادامی باغ میں دوکان اور گھر کے فی الحال محفوظ ہونے کی خبر تھی۔بھائی ان دنوں شکاگو ہمارے منجھلے بھائی ڈاکٹر شفیق کے پاس گئے ہوئے تھے۔جب کہ چنیوٹ کا کوئی پتہ نہ تھا جہاں ہماری ایک بہن محلہ گڑھا میں مقیم تھیں۔اور وہاں کی خبریں بہت خراب تھیں۔ بس دعا تھی اور حضرتِ نوّاب سے فریاد تھی۔ ادھر پیپلز کالونی بی بلاک میں واقع 602 بی ہمارے گھر کا کہرام الگ تھا۔دوسرے شہروں میں مقیم افراد کا فکر۔گھر میں موجود والدہ بڑی ہمشیرہ۔اہلیہ جن کی محض چند روز تک زچگی متوقع تھی دو چھوٹی بچیاں۔جان پر بنی تھی۔اس ممکنہ صدمہ سے بیگم کی طبیعت نہ خراب ہو جائے وہ مجھے تسلی دیتیں اور میں ان کا حوصلہ بڑھاتا۔جان کے لالے۔نزدیک نزدیک کی گلیوں میں پندرہ بیس سے زائد گھرانے احمدیوں کے تھے۔نزدیک ہی نماز سنٹر بیت الذکر تھا۔سارے محلہ میں دکان جلائے

جانے کی اطلاع اور اب جلوسوں کے گھروں کا رخ کرنے کی افواہیں اور اطلاعات تھیں۔ محلہ کی رحمانیہ مسجد کا لاؤڈ سپیکر تاہم بالکل خاموش تھا۔

ہمارا کونے والا گھر تھا۔ اور الحمد للہ تمام ہمسایوں اور محلہ میں اچھے تعلقات سب سے تھے۔ صرف میرے گھر فون موجود ہنے کے باعث اکثر کا آنا جانا رہتا۔۔ سب سے پہلے قاضی سلیم اللہ صاحب کی بیٹی آئی کہ ابو کہتے ہیں اجازت دیں ہم آپ کا قیمتی سامان اپنے گھر لے آئیں پھر دوسری طرف کے گھر والے پھر تیسرے والے اس طرح سڑک خالی دیکھتے بچتے بچاتے تمام قیمتی اور آسانی سے منتقل ہونے والا سامان مختلف گھروں میں منتقل ہو چکا تھا۔۔افسوس کرنے والوں ۔اکثر دکانداروں کے اظہار افسوس کے فون یا لمحہ لمحہ کے حالات سے باخبر کرنے کے لئے آرہے تھے۔۔ میرے ایک نوجوان دوکاندار گاہک ارشد کا جو چک جھمرہ سے ممبر قومی اسمبلی میاں احسان الحق کا بھتیجا تھا۔ فون آیا۔ چاچا جی میں نے اپنے چچا کو مجبور کیا ہے کہ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب گھر کو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔۔( بہت بعد پتہ چلا کہ میاں احسان الحق کا تایا کا خاندان احمدی اور چک جھمرہ میں آڑھت کرتا تھا۔ اور احسان الحق کو پڑھائی سے رغبت نہ ہونے کی بنا پر ان کے اصرار پر **تعلیم الاسلام کالج** میں پڑھنے کا موقعہ ملا تھا۔) اور وہ پوری کوشش کرنے کا وعدہ کر چکے تھے۔۔شام کے لگ بھگ خود میاں صاحب کا فون آگیا۔۔ کہ چوہڑکانہ سے ریزرو پولیس کے دستے پہنچنا شروع ہیں۔ مجھے فیصل آباد پولیس پر اعتماد نہیں۔۔ میں کوشش کر کے کچھ آدمی تعینات کرواتا ہوں۔۔ جھنگ روڈ سے دو دوکاندار جو آپس میں کزن تھے اور بنوں سے تعلق تھا آئے علیحدہ کمرے میں لے جا ایک پستول اور دو تین میگزین پکڑائے اور اچھی طرح چلانا سکھایا۔ کہ ایمر جنسی میں ہوائی فائرنگ کرنا ورنہ دو چار مار کے مرنا۔ باوجود میرے شدید انکار کے وہ میرے پاس چھوڑ گئے۔ جو اوپر چھت پہ پڑی بیس پچیس اینٹوں میں چھپانا پڑا۔ ایک اور بے تکلف دوست اور دکاندار میاں انوار الحق کا فون آیا تو ان سے درخواست کی کہ میری کار لے جا کر اپنے گھر کھڑی کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں بھائی آکر لے جا چکے تھے۔ اور بتایا کہ ہم نے اپنے گھر کی بجائے صفدر نذیر بس سروس والے باؤ نذیر کے گھر نمبر پلیٹ اور جنگلہ اتار کر کھڑی کر آئے۔ نذیر کبھی میری ہمسایہ دکان پہ سیلز مین ہوا کرتے اور اب بھی بہت عزت کرتے تھے اور انہوں بخوشی یہ ذمہ داری قبول کی تھی (جلد بعد لاہور منتقل ہو گئے اور گورنر ہاؤس کی عقبی سڑک کے معروف چائینیز ریسٹورنٹ کے مالک ہیں۔ چند ماہ قبل بھی بات ہوئی۔ اور پرانی یادیں دہرائی گئیں) ۔اندھیرا ہونے سے چند منٹ قبل چھ پولیس والوں کا دستہ پہنچ چکا تھا۔ جن کا سالار فیصل آباد پولیس کا ہیڈ کانسٹیبل اور باقی پانچ ریزرو پولیس والے تھے۔ چند منٹ میں اندازہ ہو گیا کہ ریزرو پولیس والے تو بہت مخلص تھے مگر فیصل آبادی سے

محتاط رہنا پڑے گا۔ ذہن میں اچانک ایک خیال آیا تو ان سے درخواست کی اور چار جوان ساتھ لے تین چار گلیوں کا چکر لگایا تا محلہ والوں خاص طور مسجد والوں کو علم ہو جائے کہ یہاں پولیس آگئی ہے۔ پولیس والوں کو جو دال دلیا پک سکا تھا پیش کر رہا تھا کہ سامنے گھر کے رہائشی یونائیٹڈ بنک کے مینیجر نے اشارہ کیا، کہنے لگے۔ سب کو پتہ ہے کہ آپ کے قاضی فیملی کے ایک گھر سے تعلقات ہیں۔ خطرہ موجود ہے میں ان پولیس والوں کو باتوں میں لگاتا ہوں آپ میرے پچھلے دروازے سے تمام افراد کو میرے ہاں رات گزارنے بھیج دیں۔ میں نے قاضی صاحب سے بات کر لی ہے۔ یوں خدا تعالیٰ نے کچھ تسلی کا اور سامان کر دیا۔

پولیس کے سپاہیوں نے تو گھر کے باہر سڑک پر چارپائیاں ڈال لیں۔ وردی میں رہے۔ اور باری باری پہرہ کا پروگرام بنالیا مگر انچارج آرام سے کپڑے بدل چھت پر میرے ساتھ چارپائی ڈال ذمہ داری کی پرواکئے بغیر سو گیا۔ اور میرا وہ خدشہ کہ کہیں خود جا بلوائیوں کو بلا نہ لائے ختم ہو گیا۔ میرے پاس یا خدشے تھے۔ یا سوچیں تھیں یا دعائیں۔ اور تو راہ تھی نہیں۔

عشاء کی نماز کے بعد ہی نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ مخالفانہ نعروں کے ساتھ غلیظ فقرے:

"سرخی پاؤڈر لا کے رکھو۔۔ سرمہ کجل لا کے رکھو۔۔ سوہے جوڑے پا کے رکھو۔۔ اسیں لین نوں آوندے پئے آں"۔

چھت پہ کھڑے باہر جھانکا۔ صدر حلقہ محترم چوہدری ظفر اللہ چیمہ صاحب کے گھر سے ایک گھر پہلے رک گئے تھے۔ پولیس والے چوکنّے کھڑے تھے۔ چنانچہ وہیں سے نعرے لگاتے ایک آدھ گلی کا چکر لگا منتشر ہو گئے اور جان میں جان آئی۔

دُکھ کے دن کے بعد یہ کرب کی رات تھی۔ ایک دن میں کیا سے کیا ہو چکا تھا۔ سارا اندوختہ ہی نہیں جلا تھا اس سے بڑھ اس قرضہ کی فکر تھی جو واجب الادا تھا۔ کیا جان بچے گی۔ کیا گھر والے بچ جائیں گے۔ باقی عزیز جانے کس حال میں۔ کون زندہ ہے کون نہیں۔ بچ گئے تو مستقبل کیا ہو گا۔ بس رات انہی خیالوں میں روتے جاگتے رب کے حضور فریاد کرتے کٹی۔ نماز فجر میں گڑگڑا کے دعائیں مانگنے کے بعد۔ دلجمعی سے مستقبل کا لائحۂ عمل سوچنے لگے۔ کاغذات ساتھ لے آیا تھا۔۔ حساب شروع کیا۔ دو لاکھ پینتیس ہزار (اُس زمانے میں جب ڈالر آٹھ روپے سے کم اور پٹرول ڈیڑھ روپے لیٹر کے لگ بھگ تھا) مجھے قرضہ دینا تھا۔ بنک بیلنس۔ قابل وصول رقم۔ مکان۔ کار کی مالیت شمار کی تو وہ بھی عین اتنی ہی نکلی۔ کچھ تسلی ہوئی کچھ حوصلہ ہوا۔ آج ہم پھر وہاں کھڑے تھے جہاں فروری انیس سو پچپن میں تھے جب والد صاحب کا کلکتہ سے لایا تمام سرمایہ پاکستانی مارکیٹ کا ادراک نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو چکا تھا۔

گھر والے جانیں محفوظ رہنے اور باقی یہیں مقیم عزیزوں کی خیریت کی خبر ملنے پر کچھ سکون سے تھے۔ اور بیگم کو تسلی دینے سے زیادہ خود کو تسلی دینے کے لئے کہہ رہا تھا۔ بس یہ دعا کریں، جان اور ہوش اور ہمت قائم رہے۔ انیس سال قبل بھی تین سو پچاس روپے سے شروع کیا تھا۔۔ آج پھر وہیں ہیں اور انشاءاللہ خدا نے فضل فرمایا تو اس سے آگے نکلیں گے جہاں انتیس مئی کی شام تھے۔۔

تیس مئی گزر چکا تھا۔۔ ایک کہانی ختم ہو چکی تھی دوسری کہانی شروع تھی ۔

- یہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے پیدا ہوئے حمدِ ربّی سے معمور "عزم نو کی کہانی" ہے۔
- اور یہ کہانی کس کس توقع کے مٹی میں ملنے کی کہانی ہے۔
- فضل خدا کی اور کسی انسان سے مادی مدد (اخلاقی مدد کے ماسوا) کا ایک ذرہ نہ لینے کی کہانی ہے۔
- ان مہربانوں کے احسانوں کو ہمیشہ یاد کرتے رہنے اور ان کو احسن جزاء ملنے کیلئے دعاؤں کی توفیق ملنے کی کہانی
- اور کبھی خواب میں بھی نہ سوچی نکلی راہوں کی کہانی ہے جنہوں نے اخلاقی مدد کرتے حوصلہ دیا اور انسانیت کی موجودگی کا احساس دیا۔ جن میں سے کئی مکمل اجنبی تھے۔۔

- اور اگلے نو دس ماہ تک پاکستان کی شہری زندگی میں احمدی بزنس کے طویل ترین اور سخت ترین بائیکاٹ میں (سوائے ہارون آباد کی ایک آڑھت کے) چومکھی لڑتے ایک سال میں دوبارہ پاؤں پر کھڑے ہونے کی کہانی ہے۔
- اس جلے ہوئے تمام سامان کو تمام افراد خانہ کامل کے ایک ایک دانہ راکھ سے الگ کرنے، صاف کرنے اور سنبھالنے کی کہانی ہے
- خدا تعالیٰ کے اس راکھ کو سونا بنانے کے سامان پیدا کرنے کی اور نئی راہیں نکالنے اور دن رات محنت کرنے کی توفیق ملنے کی کہانی ہے۔
- قدم قدم پہ خدائی بشارتوں تسلّیوں اور خلفاء احمدیت کی دعاوٴں کی۔اور مربّی و محسن حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر مرحوم کی میری دکان پر تشریف لا کر راکھ سے آلودہ فرش پر اپنا چغہ بچھا، نفل پڑھ کر میرے حق میں خدا تعالیٰ کے حضور دعاوٴں کی قبولیت کے نشان کی کہانی ہے۔بشرط زندگی و توفیق یہ کہانیاں پھر سہی۔

بس اگلے آٹھ دس روز میں پورے شہر اور دوسرے شہروں کی آٹو پارٹس مارکیٹ میرا مکمل اور سخت ترین بائیکاٹ کروا چکیں تھیں (زیادہ بزنس ہی ہول سیل کا تھا) سید طاہر احمد شاہ ممبر پنجاب اسمبلی (چند دکانیں چھوڑ ان کی دکان آٹو پارٹس کی تھی) کی ذاتی کوشش سے بجلی بحال ہو چکی تھی اور ان کی حفاظت کی گارنٹی کے ساتھ خود بھیجے راج مزدور۔اور ترکھان سادہ الماریاں اور شٹر بنانے والے دکان کو محفوظ بنا چکے تھے۔میاں احسان الحق کی کوشش ٹیلیفون بحال کرانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔اور آج کا آن لائن کاروبار چھیالیس قبل افتتاح کر چکا۔دس جون کو خدا تعالیٰ مجھے بیٹے سے نواز چکا تھا۔اور اگلے روز میں دوکان کے سامنے لگے خاک کے ڈھیر کو پھیلا پھیلا کچھ بھی کارآمد چیز کو نکال سنبھال رہا تھا کہ سامنے نیو کلاتھ مارکیٹ سے آتا کپڑے کا ایک دکاندار طنزیہ مسکراتے "ہونہہ" کر کے نکلا۔تو بے ساختہ میرے منہ سے اونچی آواز میں نکلا تھا۔

"یقین رکھیں انشاء اللہ بہت جلد پہلے سے آگے نکل کے دکھاوٴں گا اور آپ دیکھیں گے"

اور پانچ سال بعد میں پندرہ مرلے کے گھر سے دو کنال کی ماڈرن ڈیزائن میں تزئین شدہ کوٹھی میں منتقل ہو رہا تھا اور چھ فروری انیس سو چھیاسی کو رفیق اینڈ برادرز اپنے قیام کی اکتیسویں سالگرہ والے دن، جنرل بس سٹینڈ فیصل آباد کے سامنے نو تعمیر شدہ دس مرلہ رقبہ پر مضبوط بنی دس مرلہ کی دکان کے افتتاح کی تقریب ان تمام بائیکاٹ کرنے والے دوستوں کی موجودگی میں منعقد کی جا رہی تھی۔تیس مئی چوہتر کے بعد لکھائے گئے دکان کے سائین بورڈ پر اُوپر درمیان میں

"خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ"

دائیں طرف کونے میں۔

"قائم شدہ ۱۹۵۵۔عزم نو ۱۹۷۴"

اور بائیں طرف

"ہمارا ماٹو۔۔حمد اور عزم"

لکھا ہوا تھا اور نئی دکان پر یہی الفاظ۔

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِين

کے پاک الفاظ کی ابدی سچائی کا نظارہ بنے ہوئے تھے۔

# مکرم ملک بشارت الرحمٰن صاحب کی یادیں

میری یادوں کے دریچوں سے۔ایک پیارا ساتھی ایک یاروں کا یار

(مکرم منیر احمد باجوہ صاحب):

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ (الرحمٰن)

دنیا ایک مقام فانی ہے اور ہر ایک نے اپنے بلاوے پر اللہ رب العزت کے حضور حاضر ہونا ہے۔ہمارے نہایت ہی پیارے دوست اور ہمدرد ساتھی مکرم بشارت الرحمٰن صاحب بھی لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک کہتے ہوئے مؤرخہ تین مارچ 2014ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو کر مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وقت گزر جاتا ہے اور یادیں باقی رہ جاتی ہیں۔آپ کی یادیں بھی نہ مٹنے والی حسین یادیں ہیں جو ہمیشہ دل کی دھڑکنوں میں بسی رہیں گی اور آپ کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا بن کر ربِ رحیم کے حضور التجا کرتی رہیں گی۔اُن کا ہمارے ساتھ اکٹھے گزرا ہوا وقت ایک یا ڈیڑھ سال کا ہو گا اس مختصر سے عرصہ کو اگر ایک خواب تصور کیا جائے تو چنداں غلط نہ ہو گا لیکن اس نہایت ہی مختصر سی رفاقت کے پیار بھرے لمحے قلب و ذہن پر وہ نقوش چھوڑ گئے جو بھلائے نہیں بھولتے اور مٹائے نہیں مٹتے۔یہ پیار بھرا زمانہ یہ اعلیٰ کردار کی تعمیر یہ پاکیزہ اور محبت بھری فضائیں یہ دین ہے مولائے مہربان کی اور اس نے اس کا وسیلہ بنایا تعلیم الاسلام کالج ربوہ جیسی بے مثال مادرِ علمی کو۔جس کے بانی، اور بانی پرنسپل کے بارہ میں یہ کہنا کس قدر سچائی پر مبنی ہے کہ:

؎ ہر روز تو تجھ جیسے انسان نہیں لاتی یہ گردشِ روزانہ یہ گردشِ دورانہ

مکرم بشارت الرحمٰن صاحب 1947 میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔آپ کے خاندان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مسیح آخر الزماں علیہ السلام نے جس نشانِ رحمت کی طلب کے لئے اللہ تعالیٰ کی درگاہ عالیہ میں چالیس دن منشائے الٰہی کے تحت ہوشیار پور میں چلہ کشی کی اور اُس کی خاص عنایت سے حضرت مصلح موعودؓ جیسے مقدس وجود کی نوید پائی۔وہ گھر جس میں یہ التجائیں یہ زاریاں اور یہ دعائیں کی گئیں جو عرشِ الٰہی پر مقبول ٹھہریں وہ گھر ملک بشارت الرحمٰن صاحب کے پردادا حضرت شیخ مہر علیؓ صاحب کا تھا۔آپ اس گھرانے کے چشم و چراغ تھے جس کی وفاؤں کا آپکو ہمیشہ ہی پاس رہا اپنی آخری سانس تک اس عہدِ وفا کو خوب خوب نبھایا اور خلافت کی اطاعت اور غلامی میں ہر آن بچھتے ہی چلے گئے۔اطاعت کے وصف کی جھلک آپکے ہر شعبہء زندگی میں نمایاں نظر آتی تھی۔اپنے سے بڑوں کی اطاعت۔اپنے اساتذہ خواہ ان کا آپ کے مضامین سے تعلق ہو یا نہ ہو ہر حال میں ان کا احترام اور اطاعت۔اپنے ساتھیوں، دوستوں کے ساتھ نہایت ہی مخلصانہ اور ہمدردانہ رویہ۔کسی کی کمزوری یا کوتاہی دیکھ کر بھی اس کی حقارت یا تذلیل نہ کرنا اور نہ ہونے دینا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور عزت و وقار میں اضافہ کی کوشش کرنا تا کہ اس میں کسی قسم کا احساسِ کمتری پیدا نہ ہو۔ہمیشہ "گرتوں کو تھام لے ساقی" کے محبت بھرے اصول پر عمل ہونا ان کا وطیرہ تھا۔

آپ تقسیم ہند کے بعد لاہور آباد ہوئے۔والد صاحب کی عسکری خدمات کی وجہ سے جہاں جہاں تعیناتی ہوتی وہاں رہائش پذیر ہوتے۔مختلف شہروں، مقامات اور ممالک میں بسیرا کیا۔1965 میں ربوہ آ گئے۔ٹی آئی کالج میں داخل ہوئے ساتھ ہی فٹ بال کی ٹیم کے ممبر بن گئے۔خود کو اچھا کھلاڑی ثابت کیا اور نامور کھلاڑی کے طور پر آج بھی یاد آتے ہیں۔1967 میں ملٹری میں چلے گئے یہی مختصر سا عرصہ تھا جو انہوں نے ہمارے ساتھ گزارا۔لیکن میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اُس دور کا ہر کھلاڑی اور ساتھی جس نے بھی ان کے ساتھ وقت گزارا ہے وہ ان کے بارہ میں یہی کہے گا کہ:۔؎ رکھوں گا عمر بھر یادیں سنبھال کر میں تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم تمام کھلاڑیوں میں آپس میں بے پناہ محبت تھی اور کبھی بھی پارٹی بازی یا دھڑے بندی نہیں تھی۔کسی ایک میں بھی دوسرے کو زیر کرنا یا خود کو بڑا

ظاہر کرنے کی تمنا پیدا نہیں ہوتی تھی۔ کبھی کسی نے کپتان بننے کا خود لالچ نہیں کیا یہی تکرار ہوتی کہ مجھے نہیں دوسرے کو کپتان بناؤ۔ گیم کے اعتبار سے ایک سے بڑھ کر ایک ہیرا تھا لیکن اخلاق اور اخوت کی شان اور چمک ان ساری صلاحیتوں سے بالاتر اور ممتاز ہوتی تھی۔ فٹ بال کے کھلاڑیوں میں برادرم محمد عاقل خان صاحب کا نام بھی نمایاں تھا آپ سیکنڈری بورڈ کے انتخابات میں بطور گول کیپر چنے گئے۔ برادرم محمد ذکریا ورک صاحب کینیڈا، برادرم عبدالحلیم ظفرؔ صاحب ڈنمارک، مکرم نیاز مصلح صاحب امریکہ، مکرم راجہ عبد الستار صاحب جرمنی برادرم چوہدری نعیم الدین وسیمؔ صاحب ولد چوہدری عطااللہ صاحب ہیمبرگ، یہ تمام ہماری ٹیم کے مایہ ناز کھلاڑی تھے۔ تمام کھلاڑی اپنے انچارج اور کوچ صاحبان کا بے حد احترام کرتے اور کبھی کسی صاحب کے لئے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں ہونے دیا۔ جس کا ہمارے قابلِ صد احترام انچارج فٹ بال ٹیم مکرم پروفیسر عزیز احمد طاہرؔ صاحب نے اپنی ایک تحریر میں بخوشی اظہار کیا ہے کہ تمام کھلاڑی میری ہر بات مانتے اور احترام کرتے تھے۔ یہی ہمارے لئے سرمایہء افتخار ہے اور بہت بڑا انعام ہے۔ بلا شبہ یہ اعزاز تھا ہمارے اساتذہ کرام کی حُسنِ تربیت کا اور نہایت ہی مشفقانہ رویے کا جو وہ اپنے شاگردوں یا کھلاڑیوں سے روا رکھتے تھے۔ کھیل ہم میدان میں رہے ہوتے تھے لیکن انہیں ہماری کھیل سے کہیں بڑھ کر ہمارے کردار کی تعمیر کی فکر ہوتی تھی۔ کبھی کسی کھلاڑی کو کسی دوسرے سے کوئی الجھن پیش نہیں آتی تھی اور نہ ہی ہمارے درمیان کبھی کوئی گھٹیا مذاق ہوتا تھا۔ کھلاڑیوں کے کردار کی تعمیر میں ہمارے تمام انچارج صاحبان مکرم پروفیسر عزیز احمد طاہر صاحب، مکرم پروفیسر عبد الرشید فوزیؔ صاحب اور مکرم پروفیسر عبد الرشید غنیؔ صاحب کے علاوہ سپورٹس کے ڈائرکٹر مکرم، محترم جناب محمد احمد انورؔ صاحب حیدرآبادی کی ذاتی توجہ اور نگرانی کا بہت دخل عمل تھا۔ جنہوں نے ہمیں اول و آخر اپنے اساتذہ کرام کی کامل اطاعت کے سلیقے سکھائے۔ کپتان بنتے وقت ہم میں کبھی کوئی کھینچا تانی نہیں ہوتی تھی۔ تمام کھلاڑیوں نے جذبہء اخوت کے تحت میرا نام بطور کپتان تجویز کیا جبکہ میں نے اس وجہ سے انکار کیا کہ میں دوسروں کو اپنے سے صاحبِ فضیلت سمجھتا ہوں یہ اعزاز اُن کو ملنا چاہیے۔ کیونکہ میں کالج میں ابھی داخل ہوا ہی تھا اور اس لحاظ سے یہ میرا پہلا سال تھا جبکہ دوسرے متعدد دوست مجھ سے سینیئر تھے چنانچہ کئی دنوں کی بحث و تمحیص کے بعد پروفیسر صاحبان نے ہماری گیم دیکھی اور ہر پہلو سے جائزہ لینے کے بعد مجھے حکم دیا کہ آج کے بعد تم کپتان ہو اور یہ ہمارا حکم ہے تمہیں ماننا پڑیگا۔ اس طرح یہ خدمت ایک حکم کی تعمیل کی صورت میں میرے سپرد ہوئی۔ ہمارے کالج کی گراؤنڈ میں گھاس نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہمیں کلر والی کچی گراؤنڈ پر ہی کھیلنے کی مشق کرنا پڑتی تھی۔ جب ہمارا ٹورنامنٹ ہوتا تو دوسرے شہروں میں جانا پڑتا وہاں پر گراسی گراؤنڈ ہوتا تھا جس پر پریکٹس نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے کھلاڑیوں کو بے حد مشکل پیش آتی تھی۔ ہمارے کھلاڑی پورے اعتماد کے ساتھ اس پر دوڑ نہیں سکتے تھے بسا اوقات دوڑتے ہوئے ان کے پاؤں پھسل جاتے اور وہ گر جاتے تھے۔ دوسرے اُن شہروں کے شائقین اور مداحوں کے نہایت نامناسب رویے کا دباؤ بھی برداشت کرنا بڑا کٹھن مرحلہ ہوتا تھا۔ ان تمام دشواریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے پہلی مرتبہ جھنگ سے فٹ بال کی زونل چیمپین شپ جیتی۔ یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا کہ کالج کی تاریخ میں فٹ بال کی ٹرافی نہ ہم سے پہلے کسی ٹیم نے جیتی اور نہ ہی ہمارے بعد۔

(تفصیلی رپورٹ ملاحظہ ہو الفضل ربوہ 28 جنوری 2011 از پروفیسر عزیز احمد طاہرؔ صاحب انچارج فٹ بال ٹیم)

آج بھی وہ تمام دوست ملتے ہیں تو بے پناہ محبت سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

ان ہی محبت کرنے والوں میں ایک نہایت ہی خوش اخلاق چست چاق و چوبند نوجوان مکرم بشارت الرحمٰن صاحب بھی تھے۔ ہر لمحہ متحرک پھرتیلا وجود اور نفیس مزاج رکھنے والے تھے۔ سستی اور کاہلی سے انہیں شدید نفرت تھی۔ ہمیشہ مسکراتے رہو کے اصول پر کاربند تھے۔ خواہ کتنا بھی مشکل مرحلہ ہو یا کتنی بھی کٹھن گھڑی آجائے ہم نے ہمیشہ انہیں مسکراتے ہوئے اور خندہ پیشانی سے ہی الجھنوں سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ ہماری ٹیم میں سنٹر فارورڈ کی پوزیشن پر کھیلا کرتے تھے۔ بڑی اچھی گیم کرتے تھے لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ ان کی واقفیت کا دائرہ بہت وسیع ہوتا تھا۔ ان کی دوستی کے ہاتھ بہت لمبے تھے۔ ہر کس و ناکس ان کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ راہ چلتے گلی کوچہ میں بھی ہر ناواقف سے بھی واقفیت پیدا کر لینا ان کی بڑی خوبی تھی۔ بلاشبہ انہیں تعلقات بنانے آتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کے زون بنتے تھے تو گوجرانوالہ ہمارے کالج کے زون میں آتا تھا

ہمیں ان کے ساتھ کھیلنے کے لئے گوجرانوالہ جانا پڑتا تھا۔ان کا رویہ تعصّب کی وجہ سے بہت برا ہوتا تھا اور وہ بڑی بدزبانی کیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ہم وہاں گئے۔ سٹیشن سے اتر کر ہم گراؤنڈ کی طرف جارہے تھے تو راستہ میں ہمارے ایک غیر از جماعت کھلاڑی جس کا نام عارف تھا اور اسے اس کی مزاحیہ طبیعت اور دیہاتی وضع قطع کی وجہ سے چاچا عارف کہتے تھے اس نے کہا کہ تمام کھلاڑیوں ایک بات یاد رکھنا کہ بشارت صاحب نے یہاں بھی کوئی نہ کوئی واقفیت تو بنا ہی لینی ہے لیکن ان کی واقفیت کے باوجود گوجرانوالوں کی بدسلوکی حسنِ سلوک میں تبدیل نہیں ہو گی۔بشارت صاحب کی واقفیت والی صفت اتنی ظاہر وباہر تھی کہ ہونہ ہوانہوں نے کوئی نہ کوئی واقف کار یہاں بھی ڈھونڈ ہی نکالنا ہے لیکن صرف اسی بات پر خوش ہو کر گوجرانوالوں سے بھلائی کی امید ہر گز نہ رکھنا۔بلکہ پہلے سے زیادہ جان مار کر کھیلنا۔

گوجرانوالہ میں ان کے بغض اور اندرونی غلاظت نے جو رنگ دکھایا وہ 1974 میں ابھر کر سامنے آ گیا جب وہاں بڑی بے دردی سے ہمارے پیارے احمدیوں کو شہید کر دیا گیا ان میں باپ بیٹا بھی تھے اور ہمارے کالج کے ایک نہایت ہی سعادت مند اور ہونہار طالب علم بھی تھے۔ بشارت صاحب کو صرف اپنی ہی گیم سے غرض نہیں تھی جب کبھی کوئی ٹورنامنٹ ہوتا خواہ کسی گیم کا باسکٹ بال ہو یا آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ ہو ان میں کھلاڑیوں یا انتظامیہ میں سے ہو نہیں سکتا تھا کہ بشارت صاحب کا کوئی واقف نہ ہو۔ان لوگوں کے ساتھ آپ کے بڑے دوستانہ مراسم ہوتے تھے اور آپ ان کے جُھرمٹ میں کبھی اِدھر کبھی اُدھر آ جا رہے ہیں۔پوچھو تو کہنا کہ یہ لاہور کے رہنے والے ہیں، یہ گلبرگ کے ہیں یہ شاہدرہ کے یہ مغل پورہ کے ہیں۔ باسکٹ بال ریلوے کلب کے کھلاڑی جاوید صاحب، برادرز کلب کے شیخ امین صاحب، پولیس کے چمن صاحب اور بھائیا، ان سب کا نام باسکٹ بال کی فضاؤں میں گونجا کرتا تھا اور یہ سب پرنسپل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی عنایات کریمانہ کے ممنونِ احسان ہوا کرتے تھے۔ان میں بھائیا ادھیڑ عمر کھلاڑی تھا۔باوجود جان مارنے کے، اُس سے کچھ بَن نہیں پڑتا تھا۔پیارے آقا نے اُس کی حالت دیکھی تو اسی وقت اس پر شفقت فرماتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ میری طرف سے بھائیا کو سویا بین دی جایا کرے۔

پروفیسر صاحبان بھی بشارت صاحب سے بہت خوش رہتے تھے۔ آپ پر بھروسہ کرتے تھے۔ آپ میں انتظامی صلاحتیں بہت تھیں۔اساتذہ نے کوئی انتظامی کام کروانا ہوتا تو نگاہیں آپ کی طرف اٹھتی تھیں کیونکہ آپ ہونہار۔ذہین سعادت مند اور نہایت درجہ اطاعت گزار تھے۔فٹ بال کے کھلاڑیوں کے لئے فیصل آباد سے بوٹ خریدے جاتے تھے۔کھلاڑی خود فیصل آباد جا کر اپنے سائز اور پسند کے بوٹ خرید لیتے یا کسی ساتھی کو اپنے پاؤں کا خاکہ کاغذ پر بنا کر دے دیتے وہ اسی اندازے کے مطابق بوٹ خرید لاتا۔وہ اسے پورے آئیں یا نہ آئیں آگے اُس کی قسمت۔۔!!

لیکن بشارت صاحب نے بوٹ میکر کو ساتھ لیا اور فیصل آباد سے بوٹوں کی بوریاں بھر کر بس کی چھت پر رکھیں اور کالج کی گراؤند میں لے آئے۔ وہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے جب گراؤنڈ میں بوٹوں کا میلہ سجا ہوا تھا۔بڑے سے بڑا کام کر کے بھی آئیں تو آپ کو نام ونمود کی کوئی تمنا نہیں ہوتی تھی۔اور نہ ہی یہ خواہش کہ کوئی انکی تعریف کرے۔داد اور شاباش بہت بے نیاز تھے۔انہیں ہر کام میں آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا شوق تھا۔والد صاحب کی ملازمت کے سلسلہ میں انہیں مختلف علاقوں میں رہنا پڑتا تھا اسی نسبت سے انہوں نے کئی زبانیں سیکھی ہوئی تھیں۔خاص طور پر انگلش جرمن عربی فارسی پشتو اور سندھی روانی سے بولنے کا انہیں ملکہ حاصل تھا۔

ملٹری میں رہ کر کامل وفاؤں کے ساتھ ناموسِ وطن کی حفاظت کی۔

؎ سرفروشی ہے ایماں تمہارا، جُراتوں کے پرستار ہو تم۔ جو حفاظت کرے سرحدوں کی وہ فلک بوس دیوار ہو تم

فوج سے سبکدوش ہوئے۔اور حق خدمت ادا کرتے ہوئے غازی بن کر واپس لوٹے

ایہہ شیر بہادر غازی نے ایہہ کسے کولوں وی ہر دے نہیں

ایہناں دشمناں کولوں کیہ ڈرنا ایہہ موت کولوں وی ڈر دے نہیں

1987 میں وہ جرمنی آ گئے۔اچانک ایک دن جلسہ سالانہ پر ملاقات ہو گئی۔گذرے ہوئے وقتوں کی خوشگوار یادوں کے جہانوں کے جہان کھلتے چلے گئے۔ فرمانے لگے کہ میرے دل کے دو اپریشن ہو چکے ہیں یہ سن کر مجھے ایک دھچکا سا لگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔خدا تعالیٰ کی

ذات پر کامل بھروسہ اور عزم کے ساتھ فرمانے لگے کہ میں نے اپنی بیماری کے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں کیونکہ میرا پختہ ایمان ہے کہ زندگی اور موت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس لئے ڈر کس بات کا۔۔۔؟؟؟

اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ بھی اُن کا سلوک اس ارشاد نبویؐ کے مطابق تھا کہ:خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي۔

جماعتی خدمات میں خود بھی پیش پیش تھے اپنے بچوں کی بھی اسی نہج پر تربیت کی کہ وہ بھی انہی راہوں پر وفا کے ساتھ قدم مار رہے ہیں۔انہوں نے نہ کسی کو ہاتھ سے اور نہ ہی زبان سے گزند پہنچایا۔

اے جانے والے اللہ تعالیٰ کی تجھ پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں۔اور تیری نسل کا آپ نگران و نگہبان ہو۔خلافت کی دہلیز سے انہیں ہمیشہ وابستہ رکھے۔کیونکہ اسی سے ہی یہ جہان سنورتا ہے اور اسی سے ہی اگلا جہان سنورتا ہے۔آمین-یادوں کا سیلِ رواں کسی تصنع بناوٹ اور ترتیب و ترکیب کا محتاج نہیں ہوتا۔اس لئے بلالحاظِ ترتیب وربط جوں جوں ذہن میں یادوں کے دریچے کھلتے گئے وہ لفظوں میں ڈھلتے گئے۔عرصہ نصف صدی بیت گیا لیکن ربوہ میں گزرے ہوئے اُن دنوں کی یادیں ابھی بھی ایک ہجوم بن کر ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔بھلا کون بھلا سکتا ہے ربوہ کے کلر کو اور کابلی کیکر کے کانٹے کی پیار بھری چبھن کو بیرونی دنیا کی رنگینیاں اور مٹھاس جن کے مقابل پر ہیچ نظر آتی ہیں۔

اک بار جو بھی آیا وہ واپس نہ جا سکا　　　اے ربوہ!تُو ہے عشق کا سرمایہ دار کیوں؟

# شاہِ جہاں اپنا

کہاں توفیق تھی ہم کو کہاں وہم وگماں اپنا　　　کرم مولا کا ہوگا اور پھیلے گا جہاں اپنا
وہ لشکر اپنے فضلوں کے اتارے گا زمیں پر خود　　　رہے گا ہر قدم پر ساتھ مالک دوجہاں اپنا
بہت اعجاز دنیا میں دکھائے جائیں گے ہم کو　　　نئی پھر یہ زمیں ہوگی نیا پھر آسماں اپنا
سچائی کُھل کے دیکھے گا زمانہ اپنی آنکھوں سے　　　نرالا نظر آئے گا جہاں میں شاہِ جہاں اپنا
زمانہ لاکھ ظالم ہو نہیں پرواہ مجھے اسکی　　　میرا مولا میرا والی وہی ہے مہرباں اپنا
خدا ہے آج جسکے ساتھ اس دور خرابی میں　　　وہی پیارا تو ہے جگ میں سالار کارواں اپنا
فضا ہے گونجتی بلبل ترے دلدوز نغموں سے　　　اجاڑے گا تُو اے صیاد کب تک آشیاں اپنا
ہمیشہ نامرادی میں جلا ہے تُو ہی اے حاسد　　　پھلوں سے لد گیا دیکھو کہاں تک گلستاں اپنا
ہمیشہ باغ کو سیراب کرتا ہے وہ اشکوں سے　　　اُسی کے در پہ جُھکتا ہے سدا سے باغباں اپنا
خدا کے حکم سے منیر پہنچائے گا منزل پر　　　بہت ہی کامراں پایا فلک نے سارباں اپنا

(کلام مکرم منیر احمد باجوہ صاحب)

# مولوی کی "خدمتِ اسلام" سے قبل
# دسمبر 2020 میں

# مولوی کی "خدمتِ اسلام" کے بعد
# جنوری 2021 میں

# سستی اور اس کا علاج

(ڈاکٹر نذیر احمد مظہر۔ کینیڈا)

کرونا کے باعث بہت سے لوگ دفتری کام گھروں سے کر رہے ہیں اور کئی کام بند ہیں جبکہ کئی جزوی طور پر بند ہیں ایسے میں سستی اور کاہلی کے بڑھنے کا زیادہ امکان ہو جاتا ہے اور بہانہ ڈھونڈنے والے سست لوگ مزید سستی کا شکار ہو سکتے ہیں، اس تعلق میں ہم دیکھتے ہیں کہ سستی کیا ہے، اس کے محرکات واسباب کیا ہیں، اس کا انجام کیا ہے اور اس سے نجات کے کیا طریق ہیں؟

سادہ لفظوں میں کسی فریضہ کو بروقت اور صحیح رنگ میں انجام نہ دینا سستی کہلاتا ہے۔ طبیعت کا بوجھل پن اور کام کاج کو جی نہ چاہنا بھی سستی کہلاتا ہے۔ اسی طرح کاموں کو بار بار معرض التواء میں ڈالنا "اچھا کر لیتے ہیں" کی جھوٹی تسلیاں خود کو اور دوسروں کو دینا یہ سب سستی کا حصّہ ہے۔

سستی ایسی بری بلا ہے کہ خدا کے رسول ﷺ نے بھی اس سے پناہ طلب کی ہے۔

سستی کی حالت میں دماغ واعصاب سوئے سوئے اور تھکے تھکے رہتے ہیں۔ کام میں حالتِ معمول کی وہ دلچسپی، سبک رفتاری، لگن شوق، امنگ، ولولہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کام کی رفتار، استعداد کار دونوں متاثر ہوتی ہیں۔

سستی کی دو بڑی اقسام ہیں:۔ ۱۔ دنیاوی امور میں سستی ۲۔ دینی امور میں سستی

دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ دنیوی امور میں سست ہوتے ہیں اور بعض لوگ دینی امور میں۔ اور پھر بعض دونوں میں، سستی بہر حال نقصان وزیاں کا باعث ہے مگر بالخصوص دینی امور میں سستی لاپرواہی تو بہت ہی بری ہے۔ ہمارے آقا نے فرمایا:۔ وَاعْمَلْ لِدِیْنِکَ کَاَنَّکَ تَمُوْتُ غَدًا۔ وَاعْمَلْ لِدُنْیَاکَ کَاَنَّکَ تَعِیْشُ اَبَدًا۔ یعنی اگر دین کا معاملہ ہو تو سمجھ کہ گویا تو نے کل مر جانا ہے اگر دنیا کا معاملہ ہو تو سمجھ گویا تو نے ہمیشہ ہمیش زندہ رہنا ہے۔ گویا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور آخرت کو یاد رکھنے کا حکم ہے۔ اور جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے ہمارا مشاہدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے دنیوی امور کا خود کارساز ہوتا ہے اور غیب سے عجیب وغریب سامان پیدا کرتا ہے کہ انسانوں کو اس کا وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا، سستی کا بہت بڑا سبب اس جذبہ واحساس کا فقدان ہے جو کسی بھی فریضہ کے انجام دینے کا اصل محرک ہوا کرتا ہے۔ جب کسی بھی فرد یا قوم میں یہ احساس بیدار ہوتا ہے تو اس پر ہر قسم کی ترقیات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دراصل اس ظاہری انسان کے اندر ایک اور انسان ہے جسے ضمیر یا احساس کہتے ہیں۔ جب تک یہ سویا رہے تو بیرونی انسان سویا رہتا ہے۔ مگر جب یہ جاگ اٹھے تو انسان جاگ اٹھتا ہے۔ کاہل الوجود لوگوں میں یہی اندر کا انسان سویا ہوا ہوتا ہے۔ خلاصۃً یہ کہ

ناعاقبت اندیش، لاپرواہ، آرام طلب لوگوں کی صحبت سستی پیدا کرتی ہے۔

ناجائز وغیر حلال ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی سستی پیدا کرتی ہے۔

جسمانی حس وحرکت نہ کرنے، ورزش وکسرت سے جی چرانے سے دوران خون کمزور پڑ کر سستی پیدا ہوتی ہے۔

فارغ رہنے کے عادی ہو جانے سے کام کرنے کا جذبہ کمزور پڑ کر سستی واقع ہو جاتی ہے۔

خدا سے مدد نہ مانگنا، دین ومذہب سے دوری سستی پیدا کرتی ہے اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

خوب پیٹ بھر کر کھانا اور پڑے رہنا سستی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

High-Fat والے چربیلے کھانے، دیسی گھی، مکھن، مٹھائی، دودھ، لسی، بالائی خوب کھانا پینا اور فارغ بیٹھے خوب سستی پیدا کرتے ہیں۔

مطلوبہ نیند سے کم سونا یا زیادہ سونا سستی پیدا کرتا ہے اور نہایت اہم سبب ہے۔

موٹاپا سستی پیدا کرتا ہے۔

بند کمروں کی غیر صاف ہوا اور گرم مرطوب موسم سستی پیدا کرتے ہیں۔

غیر فطری طرزِ زندگی سونے کے اوقات میں جاگنا اور جاگنے کے اوقات میں سونا سستی پیدا کرتا ہے۔

دیر ہضم کھانے سستی پیدا کرتے ہیں۔

قوت ارادی کی کمی اور عزائم کو بار بار توڑنا سستی کا سبب بھی ہے اور نتیجہ بھی۔

بدنی و اعصابی کمزوری سے خواہ وہ کسی سبب سے ہو سستی لاحق ہوتی ہے۔

کثرت کار و قلت آرام تھکاوٹ و اعصابی کمزوری سستی پیدا کرتی ہے۔

افیون، خواب آور ادویات نشہ آور اشیاء سے سستی پیدا ہوتی ہے۔

غیر متوازن غذا سے جسم میں ضروری اجزاء کی کمی واقع ہو کر ضعف و نقاہت و سستی پیدا ہوتی ہے۔

بلا ضرورت بار بار محرک اشیاء مثلاً چائے، کافی، کوک کے استعمال سے عارضی چستی کے بعد بار بار سستی پیدا ہوتی ہے۔ نتیجتاً بار بار محرکات کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ کاہلی کے نتیجہ میں کاہل انسان اپنے قیمتی وقت کا بیشتر حصہ ضائع کر دیتا ہے اور یوں اپنا اور اپنے خاندان کا مستقبل تاریک کر کے ہمیشہ کف افسوس ملتا ہے۔ سب سے اوّل و اہم علاج یہ ہے کہ اس اندر کے انسان کو جگایا جائے جو تمام سستیوں کا دافع ہے۔ مگر اس کو جگانا انسان کے بس میں نہیں۔ تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار

اسے جگانے کے لئے خدا سے مدد مانگنا بے حد ضروری ہے۔ اس کا حل سورہ فاتحہ میں ایاک نعبد وایاک نستعین ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ راہ مستقیم پر چلنے والے اور انعام یافتہ گروہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مانگی جائے۔ اور مغضوب اور بھٹکے ہوئے کاہل الوجود لوگوں کی راہ سے بچنے کی استدعا کی جائے۔ یہ مسنون دعا اللّھم انی اعوذبک من العجز والکسل (اے اللہ میں تجھ سے کسل مندی و سستی سے پناہ مانگتا ہوں) بکثرت پڑھیں۔ اس سے اندر کا انسان جاگتا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ بھی سستی دور کرنے کا مؤثر علاج ہے۔ درود شریف و استغفار کی کثرت سستی کے ازالہ میں مؤثر ہے۔ زندگی کے بعض اعلیٰ مقاصد متعین کیے جائیں۔ ان کے حصول کے لئے منصوبہ بندی کی جائے۔ اور محاسبہ کیا جائے کہ ان کے حصول میں کہاں تک کامیابی ہوئی۔ یہ سستی دور کرنے کا اہم گر ہے۔ نیک ترقی یافتہ اچھے و فعال لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔ جائز و حلال ذرائع سے روزی کمائی جائے۔ دینی کاموں کو دنیوی کاموں پر ترجیح دی جائے تو اس سے خدا تعالیٰ دنیوی منازل آسان کر دیتا ہے۔ بعض مشکل و Bore کاموں سے طبعاً اکتاہٹ کے سبب سستی واقع ہوتی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ کام دعا کر کے شروع کر لیا جائے خود ہی دلچسپی پیدا ہو جائے گی اور سستی رفع ہو جائے گی۔ کوک، چائے، کافی، کیفین، (جوہر کافی) وقتی چستی پیدا کرتی ہیں مگر اس کے بعد سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا استعمال مضر ہے۔

سستی کے غلبہ کے وقت ٹہلنا، تازہ ہوا لینا، منہ پر تازہ یا ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنا یا غسل کرنا، کولڈ باتھ، سٹیم باتھ سستی کا مؤثر علاج ہیں۔

کم خوری سستی کا قدرتی علاج ہے۔ اسی طرح ہلکے پھلکے سادہ سنگل زود ہضم قدرتی کھانے سستی سے بچاتے ہیں۔ سبزیاں، پھل، دالیں مع چھلکا کا استعمال مفید ہے۔ مغزیات مثلاً بادام، چلغوزہ، پستہ، اخروٹ، کشمش، کھجور، سویابین ذہنی چستی پیدا کرتے ہیں۔ مچھلی کا گوشت، چوزے کی یخنی، بکرے کا دماغ یعنی بھیجا انڈا دماغی چستی پیدا کرتے ہیں۔ ایسی سستی جو جسم میں ضروری اجزاء کی کمی کے نتیجہ میں پیدا ہو کا علاج ضروری اجزاء و حیاتین کے استعمال سے دور ہو سکتا ہے۔ (ڈاکٹری مشورہ سے) ملٹی وٹامنز بمعہ معدنیات وٹامن بی کمپونڈ یا بی کمپلیکس Vitamins + Minerals Vitamin B Compound or Vitamin B Complex کیپسول سویا لیسی تھین Cap. Soya Lecithin or جنک گو بائی لوبا جنسنگ Biloba Ginkgo ذہنی چستی پیدا کرنے کا قدرتی و مفید علاج ہے۔ اس سے یادداشت اور ذہنی استعداد کار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بائیوہومیو ادویات میں Five Phos کا استعمال ذہنی سبک رفتاری پیدا کرتا ہے۔ دماغی کام کرنے والوں، زیادہ بیٹھ کر کام کرنے والوں، مصالحہ دار، نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں، راتوں کو زیادہ جاگنے والوں کے لئے، رات کو نکس وامیکا اور صبح کو سلفر دونوں دو سو طاقت میں بہت مفید ہیں۔

(نذیر احمد مظہر۔ ڈاکٹر آلٹر نیٹو میڈیسن، کینیڈا)

# جرمنی کے شب و روز

ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی

## آئندہ حکومت کون بنائے گا؟

جرمن چانسلر ڈاکٹر فراؤ میرکل

یہ سال جرمنی میں انتخابات کا سال ہے۔ ستمبر تک نو انتخابات ہونے ہیں۔ ان میں سے تین ہو چکے ہیں اور باقی چھ انتخابات آئندہ چھ ماہ میں ہوں گے۔ آخری انتخاب ۲۶۔ ستمبر کو قومی اسمبلی کے ممبران کا ہو گا۔

چانسلر میرکل صاحبہ اپنی 2015 کی امیگریشن پالیسی پر ہونے والی شدید تنقید کے باعث پارٹی کی صدارت چھوڑنے اور آئندہ چانسلر نہ بننے کا اعلان کر چکی ہیں۔ ان کے بعد پارٹی کی صدر میرکل کی دوست کرمپ کارن باور بنیں۔ لیکن ان کو بھی شدید تنقید کے بعد صدارت چھوڑنی پڑی۔ چنانچہ اب نئے صدر لاشٹ صاحب ہیں۔ ان کے متعلق گزشتہ شمارہ (نومبر 2020) میں عرض کیا تھا کہ "ان کی اپنی پالیسی اور شخصیت مدھم پڑ چکی ہے چنانچہ پارٹی کو مطلوب انفرادیت اور دوسروں سے ممتاز کرنے والی خصوصیات میں کمی کا خطرہ ہے"۔ حالیہ انتخابات میں یہ بات درست ثابت ہوئی ہے اور پارٹی کو تاریخی شکست ہوئی ہے۔

اس شکست کی تین بڑی وجوہات ہیں۔ اول حسب توقع لاشٹ صاحب پارٹی کو کوئی نیا رخ دینے یا کوئی ممتاز پالیسی وضع کرنے میں ابھی تک ناکام رہے ہیں۔ دوئم کرونا کے مسئلہ پر حکومت مشکلات کا شکار ہو چکی ہے۔ وہ کامیابی جو آغاز میں میرکل صاحبہ نے حاصل کی تھی، ماہرین کی بات نہ ماننے کی وجہ سے مکمل طور پر ضائع ہو چکی ہے۔ اس کی بڑی وجہ صوبائی وزراء اعلیٰ، بشمول لاشٹ صاحب، ہیں جنھوں نے سیاسی وجوہات کی بناء پر ایسے فیصلے کئے جن کی وجہ سے لاک ڈاؤن طویل ہوتا چلا جا رہا ہے اور لوگ اس سے تنگ آ چکے ہیں۔ رہی سہی کسر ویکسین کی تقسیم میں پے در پے غلطیوں نے نکال دی ہے۔ سوئم پارٹی کے متعدد ممبران پارلیمنٹ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ کرونا کے متعلق کاروبار میں ملوث تھے۔

### آئندہ حکومت کون بنائے گا؟

چنانچہ اس وقت CDU مقبولیت میں تاریخی کم ترین سطح پر پہنچ چکی ہے۔ اس پارٹی کا روایتی نظریہ جرمن تہذیب اور مسیحیت پر زور، امن و امان کے معاملات میں سختی، غیر ملکیوں کے متعلق پالیسی میں قدامت پسندی، کاروبار اور امراء کی حمایت، انفرادیت پر زور ہے۔ اس تاریخی تشخص کے مقابل پر میرکل صاحبہ نے پارٹی کو کافی متوازن پالیسی دی تھی جس کے نتیجہ میں پارٹی مسلسل اکثریت حاصل کرنے میں تو کامیاب رہی لیکن اس کا روایتی تشخص ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ میرکل صاحبہ کو CDU میں SPD کی نمائندہ قرار دے دیا گیا۔ ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے۔ پارٹی کے اندر سخت مزاج قدامت پسندوں کا اپنا کلب قائم کرنا اور میرکل صاحبہ کے دیرینہ مخالف مسٹر میرس صاحب کی مقبولیت اسی رد عمل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اب جبکہ میرکل صاحبہ ریٹائر ہونے جا رہی ہیں تو پارٹی کو انتخابات جیتنے کے لئے یا تو کوئی مقبول عام شخصیت چاہئے یا پھر اپنی روایتی پالیسی۔ اور فی الحال دونوں ہی ناپید ہیں۔ میرکل صاحبہ کی قد آور شخصیت کی موجودگی میں لاشٹ صاحب کے لئے اپنے آپ کو اُجاگر کرنا ممکن ہی نہیں۔ جبکہ لاشٹ صاحب کی مبہم پالیسی پر آدھا تیتر اور آدھا بٹیر والی مثال صادق آتی ہے۔

تاہم CDU نے سخت پالیسیوں کی جانب سفر شروع کر دیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں حسب توقع AfD سے لوگ واپس CDU کی طرف آنا اور اسے ووٹ دینا شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ قرین قیاس ہے کہ پارٹی اس بناء پر مزید سخت پالیسی بنائے گی۔ دوسری طرف پالیسی میں سختی کی وجہ سے متوازن مزاج لوگ پارٹی کو ووٹ نہیں دے رہا۔ چنانچہ مجموعی طور پر CDU کو نقصان ہو رہا ہے۔ اس صورتحال کا سب سے زیادہ فائدہ گرین پارٹی کو ہوا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ستمبر میں انتخابات کیا نتیجہ لائیں گے اور اگلی حکومت کون بنائے گا؟۔ گزشتہ شمارہ (نومبر 2020) میں عرض کیا تھا کہ:

"عالمی سطح پر دائیں جانب جھکاؤ کی جو رو چل رہی ہے، جرمنی بھی آئندہ سال اس میں بہہ کر مزید دائیں جانب جھکنے جا رہا ہے۔ اس میں رکاوٹ پیدا ہونے کا امکان یہ ہے کہ CDU اکثریت کھو دے، جو کہ اس وقت بظاہر ناممکن نظر آتا ہے، یا پھر اکثریت حاصل کرنے کے باوجود دیگر پارٹیوں کو ساتھ ملا کر حکومت تشکیل دینے میں ناکام ہو جائے"۔

گو CDU اس وقت تک سب سے بڑی پارٹی ہے لیکن اول تو اب مبصرین کے مطابق بھی اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ گرین پارٹی اول نمبر پر آ جائے۔ دوسرے اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اگر گرین پارٹی نے کوئی بڑی حماقت نہ کی تو ان کے بغیر آئندہ کوئی حکومت نہ بن سکے گی۔ خواہ CDU اور گرین پارٹی کی حکومت بنے یا SPD، لیفٹ یا کسی اور پارٹی کے ساتھ۔ یوں گرین پارٹی "بادشاہ گر" پارٹی بن جائے گی۔

گرین پارٹی کے حکومت میں آنے کے دوررس نتائج ظاہر ہوں گے۔ ماحولیات پر زور اس کا صرف ایک پہلو ہے۔ خارجہ پالیسی میں تبدیلیاں، شخصی آزادی پر زور بھی اس کا حصہ ہیں۔ تاریخ کا تلخ سبق مگر یہ بھی ہے کہ گرین پارٹی اقتدار میں آ کر بعض معاملات میں CDU سے بھی زیادہ سخت اور قدامت پسندانہ پالیسیاں بناتی ہے۔ گرین پارٹی، اگر اس کی مقبولیت برقرار رہی، یہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہو گی کہ کس کے ساتھ مل کر حکومت بنائے۔

جرمنی کی تقدیر کا گرین پارٹی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس وقت اس بات کی تفصیل میں جانا ممکن نہیں تاہم وقت ظاہر کرے گا کہ ایسا ہی ہے اور گرین پارٹی کے دور میں جرمنی میں بعض اہم انقلابات آنے والے ہیں۔

جرمن چانسلر فراؤ میرکل۔ پارلیمنٹ میں حزب مخالف کی پارٹی اے ایف ڈی کے اسلام مخالف ممبر کے سوالات کا بڑے تحمل سے جواب دے رہی ہیں

آن لائین مقابلہ نظم خوانی

Fom left to right 1st row: 1-Shahid Makhdoom, 2- Munawar Ahmad Bajwa, 3- Majid Tahir, 4-Qauzi Mohammad Aslam, 5-Chaudhry Waseem, 6- Tahir Bajwa, 7-Abdul Hayee Basharat, 8- Shahid Saadi, 2nd row: 1-Salam Cheema 2- Mubarak Tahir, 3-Shafqat Dheloon 4- Noor Mohammad, 3rd row: 1- Khalid Mahmood Sheikh 2- Masroor Ahmad Bajwa 3- Malik Khalid Masood

آن لائین مقابلہ نظم خوانی